لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

ہندوستانی مسلمان

اسلام کے معاملہ میں خود کفیل ہیں

ہندوستانی مسلمان خدا کے فضل سے بڑی حد تک اسلام کے معاملہ میں خود کفیل ہیں وہ اسلام کے اولین وحقیقی سرچشموں کتاب وسنت اور اسلام کے اولین علمبرداروں کی سیرت و کردار، ان کی قربانی وایثار اور ان کی اولوالعزمی وحوصلہ مندی کی جلائی ہوئی شمع سے روشنی حاصل کرتے ہیں، انہوں نے اپنا عقیدہ وایمان، اپنا حال ومآل، اسلام کے چمکتے ہوئے سورج کے ساتھ وابستہ کیا ہے، مسلم اقوام یا عرب ممالک کے ابھرتے ڈوبتے ستاروں یا ٹمٹماتے چراغوں سے نہیں، وہ آنکھ بند کرکے ان میں سے کسی کی انگلی پکڑ کر چلنے والے نہیں ہیں نہ انہوں نے ان میں سے کسی کی اسلام کے ساتھ وفاشعاری کو اپنی وفاشعاری کی شرط قرار دی ہے، انہوں نے اللہ کے بھروسہ پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اپنے سینہ سے لگائے رکھنا ہے، خواہ دنیا کی کوئی قوم (عرب ہو یا عجم) اس سے بے تعلقی یا روگردانی اختیار کرے، اگر عرب یا دوسرے ممالک کے مسلمان اپنی پرانی تہذیبوں اور قدیم فلسفوں کے سحر میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور ان کا دم بھرنے لگتے ہیں تو ہم انشاء اللہ وحدتِ اسلامی اور شریعتِ اسلامی کا دم بھرتے رہیں گے، ہم اسلامی اصولوں اور اسلام کے مسلکِ زندگی کے معاملہ میں کسی قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں، ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس ملک میں اور اس ملک کے باہر اپنی اس اصول پسندی اور وفاشعاری کی قیمت ادا کرنی پڑے گی، ہمیں بہت سے ان منافع ومواقع سے آنکھیں بند کرنی پڑیں گی جو ہوا کے رُخ پر چلنے والی ملتوں اور فرقوں کو حاصل ہوتے ہیں، لیکن ہمارا یقین ہے کہ ہمارا خدا اگر ہم سے راضی ہے اور ہم خلوص وفہم کے ساتھ اپنے اصولوں پر قائم ہیں تو ہمارے لئے کوئی تنگی اور ہماری قسمت میں محرومی نہیں لکھی ہے۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

خطبۂ استقبالیہ

جشن تعلیمی ندوۃ العلماء ۱۹۷۵ء

Regd No. LW/NP 56

Phone:- 42948, 49747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW 230007 (INDIA)

بقیہ صفحہ ۷

مذہبی رہنماؤں اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کی متحدہ کوششوں سے انجام پایا ہے نوجوانوں نے رضاکارانہ طور پر پاسبانِ انقلاب کے نام سے ایک تنظیم قائم کرلی ہے جنمیں طلباء اور تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ یہ گروہ بہت پُرجوش طور پر مابعد انقلاب کی ان ذمہ داریوں کو انجام دے رہا ہے جو اس کی صلاحیت اور قوت عمل کے دائرہ میں آتے ہیں۔

یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ طلباء میں کمیونسٹ عناصر بھی موجود ہیں، یہ وہ گروہ ہے جو انقلاب کے آخری مرحلہ میں جب کہ کامیابی کی منزل قریب تھی شریک ہوا ہے طلباء کا طرز عمل اس طرح ہے کہ ان کی ایک متوازی تنظیم ہے جو حکومت کی پالیسیوں کی پرواہ کئے بغیر اپنی رائے سے فیصلہ کرتی ہے۔ امریکی یرغمالیوں کا مسئلہ بھی درحقیقت طلباء ہی کا اٹھایا ہوا ہے اور یہ بات ایسی پیچیدہ اور نازک ہوگئی ہے کہ اس معاملہ میں ایران کی حکومت طلباء کو نظر انداز کئے بغیر فیصلہ نہیں کرپا رہی ہے۔ سابق وزیر اعظم مہدی بازرگان کا استعفا اسی کشمکش کے نتیجہ میں ہوا۔ حالاں کہ وہ ابھی حکومت کی اعلیٰ سطح پر مقبول ومحترم ہیں، جشن کے پروگرام میں وہ دو تین بار تشریف لائے اور شریک ہوئے۔

اسی نئی حکومت نے ایک خاص کام یہ کیا ہے کہ تعلیم کے ایک خاص مرحلہ تک عربی زبان کو ضروری قرار دیا ہے، ویسے بھی ایران کے جنوبی حصہ میں جو عرب سے قریب ہے، عربی زبان عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ میری ملاقات ایک ایسے ایرانی میاں بیوی سے ہوئی جو ایران کے جنوبی علاقہ کے تھے وہ فارسی بالکل نہیں سمجھ پا رہے تھے صرف عربی بولتے اور سمجھتے تھے۔

عربی زبان کو نصاب تعلیم میں ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے کئے جانے کا اشارہ ایران کے نئے اسلامی دستور میں بھی ہے اور ایران کے ذمہ دار لوگوں نے جشن کے پروگرام میں مختلف موقعوں پر اس کی وضاحت وصراحت بھی کی ہے۔

ابھی چند سال پہلے شاہ ایران نے ۲۵ سو سالہ جشن منایا تھا اس میں انھوں نے ایرانی "سنہ" اور تاریخ کے جاری کئے جانے کا اعلان کیا تھا، چنانچہ وہی سنہ وماہ اس وقت سرکاری طور پر ایران میں چل رہے ہیں، لیکن ایران کی نئی اسلامی حکومت نے اسلامی سن ہجری کو پھر سے جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس تقریب سے پندرہویں صدی ہجری کی آمد کا جشن بھی ان کے پروگرام کا اہم حصہ تھا۔

نعت

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

دل میں یوں روشنیٔ غار حرا آتی ہے
جیسے گلشن میں دبے پاؤں صبا آتی ہے

غنچہ ہائے دل افسردہ بھی کھل اٹھتے ہیں
چھو کے جب روضۂ اطہر کو صبا آتی ہے

جذبۂ عشق ہو کامل تو یہاں ہند میں بھی
میرا دعویٰ ہے مدینے سے ہوا آتی ہے

تو سمجھ یا نہ سمجھ مجھ کو تو ہر غنچے سے
بوئے پیراہن محبوب خدا آتی ہے

جام کوثر تو اسے گویا ملا ہی سمجھو
جس کو ساقی سے مچلنے کی ادا آتی ہے

شہر یت کاش مدینے کی مجھے بھی ہو نصیب
آرزو بن کے یہی لب پہ دعا آتی ہے

اپنے اعمال سے مایوس نہ ہو اتنا طفیل
دیکھ کعبے سے وہ رحمت کی گھٹا آتی ہے

بقیہ صفحہ ۱۴

کو دلچسپی سے سنا، آخر میں انہوں نے طلباء کو نصیحت کی اور بتایا کہ ایک داعی کے لئے تقریر کرنے اور اپنی بات سے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کن کن چیزوں سے واقفیت ضروری ہے۔

شیخ یوسف القرضاوی نے یہ دس دن انتہائی مصروف گذارے، چونکہ وہ علم ودعوت دونوں کے جامع ہیں اس لئے تمام محاضرات میں قرآن وحدیث، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کے اقوال بکثرت شواہد کے طور پر پیش کرتے، اس کے ساتھ ہی داعیانہ جوش وجذبۂ اخلاص ہم اپنی تقریر میں اثر اور طاقت پیدا کردیتے۔

کھانے کی بے تکلف مجلسوں، عام محفلوں اور علمی مذاکروں میں طلبہ اور اساتذہ سے انکی کھل کر گفتگو ہوئی۔ وہ یہاں کے کھلے ماحول اور ذہن سے بہت خوش ہوئے اور اسکو شیخ ندوی کی عالمانہ وحکیمانہ تربیت کا مظہر قرار دیا۔ اپنے متعدد محاضروں میں انہوں نے بکثرت مولانا ندوی کی کتابوں کے حوالے بھی دیے۔

یہ دس روز دارالعلوم کے طلبہ و اساتذہ کے لئے بہت مفید گذرے۔

۱۶ مارچ اتوار کو شیخ دہلی تشریف لے گئے، جہاں سے وہ دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں شریک ہوں گے اور بعد میں ڈھاکہ روانہ ہوجائیں گے۔

تین نئی اور اہم کتابیں

آج ہی طلب کریں

مقام صحابہ: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی تصنیف اس موضوع پر نہایت جامع اور اہم کتاب ہے اس کتاب میں صحابہ کرام علیہم اجمعین کی عدالت، مقام اور ان پر تنقید کی شرعی حیثیت کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔
(قیمت ۱۲/۵۰) محصولڈاک بذمہ خریدار

جمعے کے احکام وفضائل:- اس کتاب میں ایسی تمام معلومات جمع کی گئی ہیں جن کا علم ہر مسلمان کو ہونا چاہیئے۔ اس کتاب کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ خود پڑھیئے اور دوسروں کو بھی دیں۔ کتاب کو مرتب کیا ہے دارالعلوم کراچی کے استاد مولانا اشفاق احمد قاسمی صاحب نے (قیمت ۲/۵۰) محصولڈاک بذمہ خریدار

مسائل وضو:- عام طور پر لوگ وضو کے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں جبکہ وضو کے مسائل سے ضروری واقفیت، نماز کی ادائیگی اور پاکیزگی کی بنیاد ہے اور پاکیزگی کو نصف ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تالیف: مولانا عبدالرؤف (قیمت ۲/۰) محصولڈاک بذمہ خریدار

تینوں کتابیں ایک ساتھ ۱۷/- روپے پیشگی بھیجکر منگانے پر ڈاک خرچ **مُفت** اور ایک روپیہ کی رعایت،

مجلس اشاعت قرآن، رحمان بلڈنگ، بلبلی خانہ دہلی ۶

لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ١٧ | ١٠ اپریل سنہ ١٩٨٠ء ——— ٢٣ جمادی الاول سنہ ١٤٠٠ھ | شمارہ نمبر ١١

شرح تعاون
اندرون ملک ——— ١٢ روپے
فی پرچہ ——— ٥٠ پیسے
بیرون ملک ـ بحری ڈاک، جملہ ممالک ٢ پونڈ
ہوائی ڈاک
ایشیائی ممالک ٦ پونڈ
افریقی ممالک ٧ پونڈ
یورپ و امریکہ ٩ پونڈ

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہو

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے یہ تقریر دار العلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کے موقع پر اس عظیم مجمع کے سامنے کی تھی جس میں ہند و پاک کے لاکھوں فرزندان توحید کے علاوہ ایشیا و افریقہ خصوصاً عالم عربی کے بیشتر تعلیمی مراکز کے اہم اور ممتاز و منتخب نمائندے موجود تھے۔

پاکستان کے مقتدر عالم مفتی محمود نے مولانا کی تقریر کی زبردست تائید کی اور اس پر ان کو مبارکباد پیش کی۔ سامعین کی اکثریت نے مولانا کی تقریر کو حاصل جلسہ اور اس سفر کا بہترین تحفہ قرار دیا،

ذیل میں ہم اس تقریر کی تلخیص پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون ٥

میرے بھائیو! عزیزو اور دوستو!

میں نے آپ کے سامنے سورۂ انعام کی یہ آیت پڑھی جو فوری طور پر میرے ذہن میں آئی، کسی غیبی طاقت نے میرے کان میں کہا، اس عظیم مجمع کو دیکھو جو لاکھوں کی تعداد میں تمہارے سامنے ہے۔ اس غیر معمولی تعداد کا تصور پہلی صدی ہجری میں بڑے سے بڑا جنگ جو، غیر معمولی دور بیں، حوصلہ مند، صاحب فراست اور بڑے سے بڑا پیشین گوئی کرنے والا بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دنیا ہی میں نہیں پورے کرۂ ارض میں بھی نہیں، ایک ایسے قصبہ میں۔ جو جزیرۃ العرب سے سات سمندر پار ہے اور جو زبان، تہذیب، قانون، قومیت اور نسل و مذہب کسی بھی رشتہ سے جزیرۃ العرب سے منسلک نہیں۔ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو سکے گی، قرآن مجید کی اس آیت پر دوبارہ غور کیجئے اور پہلی صدی ہجری کے ان حالات کو یاد کیجئے جو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں پیش آئے تھے،

قرآن مجید مسلمانوں کو مخاطب کر کے (جن کی تعداد اس وقت چند ہزار سے زیادہ نہ تھی) کہتا ہے، "جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، ہر وقت ڈرتے تھے کہ تم کو کوئی جھپٹا مار کے اچک نہ لے جائے۔ یہاں پر قرآن مجید نے تخطف کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی جھپٹا مارنا اور اڑا کر لے جانا ہیں) حالت یہ تھی کہ تم لقمۂ تر تھے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو تو چھوڑیئے کہ جہاز بلکہ صرف قریش کا قبیلہ ہمیشہ کے لئے اس چراغ کو گل کرنے کے لئے کافی ہوتا۔ قرآن مجید کے اندر مندرجہ ذیل آیت میں پھونک مار کر بجھانے کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم۔ یہ صرف ادبی لفظ نہیں اس کے سارے الفاظ معجز ہیں، اس لفظ میں ایک سچی اور صحیح تصویر ہے۔ حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کی زندگی کا چراغ اور اسلام کے چراغ نور کو ہر وقت گل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بجھانے کے لئے کسی پنکھے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ منھ کے پھونک سے بجھایا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو تین جگہ قرآن مجید میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کے حالات کی صحیح اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فآواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون ٥ اور تم کو پناہ دی اور تم کو نصرت خداوندی اور آسمانی مدد کے ذریعہ تمہاری تائید کی اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حلال و پاک چیزوں میں سے تم کو عطا فرمایا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ طیبات کا لفظ عام ہے۔ سلطنت سے بکر مطلق العنان و با اختیار سلطنت تک اور سلطنت کے دنوں میں جو عزت ہوتی ہے، جو اعزاز و اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جو قانون سازی کی طاقت، آزادی و خود مختاری اور بلندی و برتری حاصل ہوتی ہے۔ یہ سب طیبات میں آتا ہے۔ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون ٥ کہ شاید تم شکر کرو، اور تمہارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔

آج میں انسانوں کا جنگل دیکھ رہا ہوں اور اس وقت کو یاد کر رہا ہوں جب چند ہزار مسلمانوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ احسان جتلایا تھا، لیکن آج ہماری کیا حالت ہو گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک قصبہ میں دین کے خادموں کی ایک آواز پر دنیا کے دور دراز گوشوں سے کتنے انسانوں کو جمع کر دیا ہے، ہر ملک کے لوگ یہاں اس طرح جمع ہو گئے ہیں ——— اگر بے ادبی نہ ہو تو بلا تشبیہ میدان عرفات کا نقشہ یہاں دکھائی دے رہا ہے۔ جو طاقت مسلمانوں کو میدان عرفات میں جمع کرتی ہے وہی طاقت اور سنت ابراہیمی کی وہی کشش ہے جس نے آج اس قصبہ میں لاکھوں مسلمانوں کو یکجا کر دیا ہے۔

واذن فی الناس بالحج، یاتوک رجالاً وعلیٰ کل ضامر یاتین

←

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ ستونہ روپے ارسال فرمایئے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی پی خرچ ۵/ ۱۹ روپئے کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

درس حدیث

قناعت و استغنار اور حرص و طمع

(مولانا محمد منظور نعمانی)

جن اخلاق کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب اور اس دنیا میں بھی بہت بلند ہو جاتا ہے اور دل کی بے چینی اور کڑھن کے سخت عذاب سے بھی اس کو نجات مل جاتی ہے، ان میں سے ایک قناعت اور استغناء بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو جو کچھ ملے اس پر وہ راضی اور مطمئن ہو جائے اور زیادہ کی حرص و لالچ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو قناعت کی یہ دولت عطا فرمائے، بلاشبہ اس کو بڑی دولت عطا ہوئی، اور بڑی نعمت سے نوازا گیا ——— اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ذیل میں پڑھیے:-

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد افلح من اسلم ورُزق کفافاً وقنعہ اللہ بما آتاہ ——— رواہ مسلم

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کامیاب و بامراد ہوا وہ بندہ جس کو حقیقت اسلام نصیب ہوئی، اور اس کو روزی بھی بقدر کفاف ملی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر کفاف روزی پر قانع بھی بنا دیا۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) بلاشبہ جس بندہ کو ایمان کی دولت نصیب ہو، اور ساتھ ہی اس دنیا میں گذارے کا کچھ ضروری سامان بھی، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل کو قناعت اور طمانیت کی دولت بھی نصیب فرما دے، تو اس کی زندگی بڑی مبارک اور بڑی خوش گوار ہے اور اس پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے ——— یہ قناعت اور دل کی طمانیت وہ کیمیا ہے جس سے فقیر کی زندگی بادشاہ کی زندگی سے زیادہ لذیذ اور پر مسرت بن جاتی ہے۔

اسی کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را

آدمی کے پاس اگر دولت کے ڈھیر ہوں، لیکن اس میں اور زیادہ کے لئے طمع اور حرص ہو، اور وہ اس میں اضافہ ہی کی فکر اور کوشش میں لگا رہے اور "ھل من مزید" ہی کے پھیر میں پڑا رہے تو اسے کبھی قلبی سکون نصیب نہ ہوگا، اور وہ دل کا فقیر ہی رہے گا، برخلاف اس کے اگر آدمی کے پاس صرف جینے کا مختصر سامان ہو، مگر وہ اس پر مطمئن اور قانع ہو تو فقر و افلاس کے باوجود وہ دل کا غنی رہے گا، اور اسکی زندگی بڑے اطمینان اور آسودگی کی زندگی ہوگی ——— اس حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:-

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس الغنیٰ عن کثرۃ العروض ولکن الغنیٰ غنی النفس ——— (رواہ البخاری)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دولت مندی مال و اسباب کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اصلی دولت مندی دل کی بے نیازی ہے۔ (صحیح بخاری)

اور اس سے بھی زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ یہی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مخاطب بنا کر اس طرح سمجھائی:-

عن ابی ذر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر تقول کثرۃ المال الغنی قلت نعم، قال تقول قلۃ المال الفقر؟ قلت نعم، قال ذلک ثلاثاً، ثم قال الغنی فی القلب والفقر فی القلب ——— (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

(ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے ارشاد فرمایا، ابو ذر! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال زیادہ ہونے کا نام تونگری ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں حضورؐ! (ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) پھر آپ نے فرمایا، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کم ہونے کا نام فقیری اور محتاجی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں حضورؐ! (ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے) یہ بات آپ نے مجھ سے تین دفعہ ارشاد فرمائی ——— اس کے بعد ارشاد فرمایا: اصلی دولتمندی دل کے اندر ہوتی ہے، اور اصلی محتاجی اور فقیری بھی دل ہی میں ہوتی ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی)

(تشریح) حقیقت یہی ہے کہ تونگری اور محتاجی، خوشحالی اور بدحالی کا تعلق روپیہ پیسہ سے زیادہ آدمی کے دل سے ہے، اگر دل غنی اور بے نیاز ہے تو آدمی بخت اور خوشحال ہے اور اگر دل حرص و طمع کا گرفتار ہے تو دولت کے ڈھیروں کے باوجود وہ خوشحالی سے محروم اور محتاج و پریشان حال ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ کا مشہور قول ہے:-

"تونگری بدل ست نہ بہ مال"

عن عبد اللہ بن عمرو قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایاکم والشح فانما ھلک من کان قبلکم بالشح امرھم بالبخل فبخلوا وامرھم بالقطیعۃ فقطعوا وامرھم بالفجور ففجروا۔ ——— (رواہ ابو داؤد)

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ، حرص و طمع سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی حرص سے تباہ ہوئیں، اسی نے ان کو بخل کرنے کو کہا تو انھوں نے بخل اختیار کیا، اسی نے ان کو قطع رحمی یعنی حقوق قرابت کی پامالی کے لئے کہا تو انھوں نے قطع رحمی اختیار کی، اسی نے ان کو بدکاری کے لئے کہا تو انھوں نے بدکاریاں کیں ——— (سنن ابی داؤد)

(تشریح) یعنی حرص و طمع صرف ایک بُری خصلت ہی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے انسانی معاشرہ میں دوسری بھی نہایت تباہ کن خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو بالآخر قوموں کو لے ڈوبتی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس خطرناک اور تباہ کن جذبہ سے اپنے دلوں اور سینوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔

نگرانِ اعلیٰ
مولانا ابو العرفان خاں ندوی

مجلس ادارت
نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات و شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

تیری سپہ انس و جن تو ہے امیر جنود

من کل فج عمیق۔

مکہ مکرمہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سنت ابراہیمی اور سنت محمدی کی وجہ سے، مدرسہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو اس میں بھی سنت ابراہیمی اور نظام محمدی کی کشش کو دخل ہے اور آج بھی اس آواز میں وہ غیر معمولی طاقت اور کشش ہے جس کو اگر مسلمان سمجھ لیں تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت میں وہ اثر اور طاقت نہیں جو اب بھی ایمان کی آواز میں ہے۔ اقوام متحدہ سو بار جیئے سو بار مرے، امریکہ اور روس جیسی بڑی بڑی طاقتیں مر مر کے زندہ ہوں پھر بھی ان کی آواز میں وہ طاقت و تاثیر نہیں جو اسلام کی آواز میں ہے، جس طرح مقناطیس لوہے کے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح آج بھی اس آواز میں وہ کشش، توانائی اور مسیحائی ہے جو دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے، ہمیں اور آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے قلیل تعداد کو کثیر تعداد پر غالب کر دیا۔

میں نے عربوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو لاشئی سے کل شئی بنا دیا، اور میں آپ سے ایک بار نہیں چار بار کہتا ہوں کہ آپ کچھ نہ تھے سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کے طفیل میں عطا کر دیا۔

ذرا سوچئے تو سہی، آپ ہندوستان میں کس کس چیز کی پرستش کر رہے تھے؟ شجر و حجر سے لے کر ہر چیز آپ کے لئے معبود و مسجود بننے کے لائق تھی۔ پستیوں، ذلتوں، جہالتوں اور شقاوتوں کے اس بحر ظلمات سے آپ کو کس نے نکالا؟ یہ وہی انبیائے کرام کی دعوت تھی جو آخری طور پر قیامت تک کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس دنیا کو پہونچی۔ اگر عربوں پر یہ احسان ایک مرتبہ ہے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان سو بار ہے۔ میں عربوں سے بار بار خطاب کرتا ہوں اور ان کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوں، یہ ان کی عالی ظرفی اور کریم النفسی ہے کہ جب میں نے ان کو جھنجھوڑا تو جھک گئے اور جب بھی میں نے ان کو پکارا تو انھوں نے آواز دی اور جب بھی ان کا ایک محتسب کی طرح احتساب کیا انھوں نے اس کو برداشت کیا۔ حالاں کہ مجھے اس کا کوئی حق نہ تھا میں تو اس میخانہ کا ایک ادنیٰ مے خوار ہوں۔ اب میں آپ سے کہوں گا اور سو بار کہوں گا کہ خود کو یاد کریں کہ آپ کہاں تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہاں پہونچا دیا۔؟

میرے دوستو اور بزرگو! آپ اپنی حقیقی عظمت کے راز کو سمجھئے کہ دنیا میں ابتک ہزاروں طوفان، آندھی اور سیلاب کے باوجود آپ ابتک کیوں باقی ہیں؟ ایک ہندوستان ہی کی تاریخ کو دیکھ لیجئے، یہ زمین جس کو حالی نے اکال الارض اور ہندوستانی تہذیب و مزاج کو اکال الامم سے تعبیر کیا ہے یعنی جو قوم یہاں آئی وہ تحلیل ہوگئی اور اس نے اپنی قومی خصوصیات و امتیازات کو کھو دیا، اور ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد کا منظر سامنے آتا رہا۔ اس میں نہ تو آریائی نسلیں باقی رہیں اور نہ دوسری قومیں، جو بھی یہاں آیا وہ اس کے رنگ میں رنگ گیا۔ لیکن وہ کیا چیز تھی جس نے آپ کو اپنے تشخص کے ساتھ باقی رکھا ہے؟ وہ ہے عقیدۂ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار اور اس کے سامنے ساری طاقتوں کا انکار۔ اور۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی محبت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر ہم اس قابل ہوئے کہ اس منظر کو دیکھ سکیں۔ ہم ان عربوں کو اس لئے جمع کرتے ہیں کہ ان سے ملیں اور ان سے کہیں کہ اے ہمارے مرشدو! اے ہمارے استاذو! تم نے ہم کو جو سبق پڑھایا تھا اور جو مبلغ ہندوستان بھیجے تھے ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں اور ہم کندۂ ناتراش نہیں ثابت ہوئے۔ محمد بن قاسم الثقفی اور دوسرے بزرگان دین (خواہ وہ براہ راست عرب سے آئے یا دوسرے ملکوں سے ہوکر) جو سبق لے کر آئے تھے وہ سبق ہم نے یاد رکھا اور ہم نے آپ کو اسی لئے بلایا ہے کہ ہم اپنا سبق سنائیں اور یہ زبان حال سے سن رہے ہیں اور حیرت زدہ ہیں کہ اس ہندوستان میں اتنے غیور مسلمان، شمع اسلام کے اتنے پروانے اسلام کی شمع کو اس طرح جلا سکتے ہیں اور ایک شمع پر اتنے پروانے جمع ہو سکتے ہیں۔ ہم نے ان عربوں کو دارالعلوم کی تاریخ سنانے اور اس کے کارناموں کی عظمت سے باخبر کرنے کے لئے جمع نہیں کیا ہے بلکہ ہم انھیں کے مشہور شاعر ابو فراس ہمدانی کا وہ شعر سنانا چاہتے ہیں جس میں اس نے کہا تھا،

صنائع فاق صانعها ففاقت

وغرس طاب غارسه فطابا

وكنا كالسهام اذا اصابت

مراميها فراميها اصابا

(کارنامے جن کو بنانے والے بڑے بلند و عالی مرتبہ تھے۔ وہ بڑے روشن ہیں، وہ پودا جس کا لگانے والا بڑا کریم، بڑا شریف، بڑا عالی استعداد تھا وہ پودا خوب کامیاب نکلا اور خوب برگ و بار لایا۔

ہم تو تیر تھے، جب تیر انداز نے کمان میں جوڑ کر ان تیروں کو چلایا تو وہ اپنے نشانے پر بیٹھے، تو تیروں کی تعریف ہے اور تیر انداز کی بھی تعریف ہے)

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عظمت اور تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہئے۔ ہم مسلمان ہیں، ہم کو اس کا اقرار ہے، ہم اس ملک میں پورے اسلامی امتیازات اور مکمل اسلامی تشخصات کے ساتھ باقی رہیں گے یہ ہمارا فیصلہ ہے۔

بزرگو اور دوستو! ہجرت کا فلسفہ کیا ہے، ہجرت کا شرعی حکم کیوں ہے؟ اسی لئے جس زمین پر احکام اسلام پر عمل نہ ہو سکے اس سرزمین کو چھوڑ دینا فرض ہے، ہم اس ملک میں اس حالت میں نہیں رہ سکتے کہ ہم اپنے تمام تشخصات و امتیازات سے دستبردار ہو جائیں اور اپنے ما بہ الامتیاز عقائد کو چھوڑ دیں، اپنے عقیدۂ توحید و رسالت، ایمان بالآخرۃ سے دست کش ہو جائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت اور آپ کی سنت پر چلنے کے جذبہ سے ہم خالی اور عاری ہو جائیں۔

ہم صاف اعلان کرتے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں۔ کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گذارنے پر ہرگز راضی نہیں جن کو صرف راتب چاہیئے اور ان کو Self Security چاہیئے کہ ان کو کوئی مارے نہیں۔ ہم ہزار بار ایسی زندگی گذارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہیں گے بلکہ ہم تراویح اور اشراق و تہجد تک چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، ہم ایک ایک سنت کو سینے سے لگا کر رہیں گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سامنے رکھ کر کسی ایک نقش بلکہ کسی نقطہ سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن۔ عزیزو اور دوستو! اس وقت جب کہ پورے ملک، عالم اسلام کا جوہر اور دل و دماغ ایک جگہ جمع ہے اور یہاں ایسے لوگ جمع ہیں جن کا فتویٰ سکۂ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے۔ میں ان تمام حضرات کی موجودگی میں کہتا ہوں آپ یہاں سے عہد کر کے جائیں کہ ہم کو اس ملک میں مسلمان بن کر ہی رہنا ہے اور ہم کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔

میرے بھائیو! تم اپنی طاقت اور اپنی قوت سے آشنا ہو ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آپ اپنے ساتھ تو انصاف کیجئے، مسئلہ ایک مدرسہ یا کسی جامعہ کا نہیں، نہ کسی مکتب خیال کا مسئلہ ہے اور نہ کچھ منصوبوں اور عمارتوں کی تکمیل کا مسئلہ ہے۔ مسئلہ صرف علوم ایمانی کے باقی رکھنے اور اسلامی شخصیت کے تحفظ کا ہے۔ آج مسئلہ ہے اس ملک کی قیادت کا۔ آپ دوسروں کے پیچھے چلنے کے لئے ہرگز نہیں پیدا کئے گئے، اور نہ خدا نے آپ کو اس ملک میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ دوسروں کے حاشیہ بردار ہوں اور آپ سمجھئے کہ آپ کی حیثیت ملک میں قائد کی ہے۔ میرے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کو یہ کرنا چاہیئے، کون یہ کہنے کا حق رکھتا ہے۔ کیا نبی عربی کے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہوگا، کیا کتاب اللہ کے بعد اور کوئی کتاب آسمان سے نازل ہوگی، کیا شریعت محمدی کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی؟ ہم سے کہنے والا صرف اللہ اس کا رسول ہے، ہمارا ساتھ دینے والی ہماری آسمانی کتاب اور سنت رسول ہے۔ آپ یہ عہد کر کے یہاں سے جائیے کہ آپ کو ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں رہنا ہے اور کتاب و سنت کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھنا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ اگر آپ ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں ہیں تو ان شاء اللہ آپ عزت کے ساتھ سربلند اور سرخرو ہیں۔

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين۔

حضرات! یہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء جن کو دستار فضیلت ملنے والی ہے ان سے اس درسگاہ کی تین چار اہم خصوصیات کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

- اس درسگاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اختلافی مسائل کے بجائے توحید و سنت پر اپنی توجہ مرکوز کی (اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے وسیلہ سے اس کو ملی اور ابھی تک اس کو عزیز ہے)
- اتباع سنت کا جذبہ اور فکر۔
- تعلق مع اللہ کی فکر اور ذکر و حضوری اور ایمان و احتساب کا جذبہ۔

اور

- چوتھا عنصر ہے اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش۔

یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے، اگر ان میں سے کوئی عنصر کم ہو جائے تو دیوبندیت ناقص۔ فضلائے دارالعلوم دیوبند کا یہ شعار رہا ہے اور وہ ان چاروں چیزوں کے جامع رہے ہیں۔

اب میں عام آدمیوں سے کہنا چاہتا ہوں اس میں آپ کا بھی حصہ ہے اور یہ صرف فضلاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے آپ بھی یہاں سے پیغام لے کر جائیے کہ عقیدۂ توحید کو سینے سے لگانا ہے اور آپ کے گرد جو شرک اور فتنہ کا دھارا بہہ رہا ہے اس سے الگ رہنا ہے، توحید پر آپ قائم رہیں۔ اتباع سنت اور فرائض کی پابندی کا جذبہ آپ کے اندر ہو اور تعلق مع اللہ کی کوشش کرتے رہیں، آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاکر و مذکور، محب و محبوب اور عبد و معبود کا ہونا چاہیئے، یہی تعلق آپ کے دل و دماغ اور آپ کے اعصاب پر حاوی ہونا چاہیئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

لوگوں کے اشاروں کو دیکھیں اور ان کے چشم و ابرو کو پہچاننے کی کوشش کریں کہ ملک کس رخ پر جا رہا ہے ہم کسی قومی دھارے سے واقف نہیں ہم تو صرف اسلامیت کے دھارے کو جانتے ہیں، ہم تو دنیا کی قیادت و امامت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

حضرات! آج ملک خودکشی کے لئے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کے خندق میں گرنے کے لئے تیار ہے، وہ بد اخلاقی اور انسانیت کشی کے دلدل میں ڈوب رہا ہے، آپ ہی ہیں جو ہندوستان میں کیا پورے ایشیا میں اس ملک کو بچا سکتے ہیں، آپ اللہ و رسول کی بات کہئے، آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نیلام کی منڈی میں اتر آئیں اور آپ سودا کرانے لگیں کہ ہماری بولی بولی جائے، آپ متاع نایاب ہیں اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں، کاش میں آپ کے دلوں اور دماغوں پر چوٹ لگا سکتا۔ میں صرف آپ سے کہتا ہوں کہ اس ملک کو صرف تنہا آپ بچا سکتے ہیں اس لئے کہ آپ کے پاس عقیدۂ توحید اور انسانی اصول و مساوات ہے، آپ کے پاس اجتماعی عدل کا مکمل نظام موجود ہے، آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالاتر ہیں، —— آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرۃ ہے اور جو العاقبة للمتقين پر یقین رکھتے ہیں، آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت اور قوت پر رہا کرتی ہے اور جن کی نگاہ میں مال و متاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو انتخابات میں کامیابی اور پارلیمنٹ تک پہنچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! جو دولت کے فلسفہ پر ایمان رکھتا ہے اور ہر چڑھتے سورج کو پوجنے لگتا ہے وہ ڈوب کر رہے گا، اس کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ عرب ممالک اس سے بہتر حالت میں نہیں اور یہ میں آپ سے اردو میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں ان سے ڈرتا ہوں، میں نے ان سے بارہا کہا ہے لا الفقر اخشى عليكم

ولكن اخشى ان تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على

من كان قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها فتهلككم كما اهلكتهم

اس کو میں نے مکہ اور مدینہ میں کہا اور ہر جگہ میں نے یہی صدا لگائی کہ وہی بچ سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اور جو شریعت کو دائمی سمجھتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین اور اس کی نصرت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اگر ہندوستانی مسلمان اپنے اندر ایمانی خصائص پیدا کر لیں تو آج بھی آتش نمرود سرد پڑ سکتی ہے اور وہی انداز گلستاں پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے عزیزو اور دوستو! میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کی روح کا یہی پیغام ہے، حضرت شیخ الہند اسی میں جھلستے اور جلتے رہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور مولانا مدنی اپنے اپنے خاص طرز اور اسلوب سے اسی کے لئے ہمیشہ سوزاں اور لرزاں رہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنی خصوصیات اور ملی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیں، قرآن و سنت کو سینے سے لگائے رکھیں، اختلافی مسائل چھیڑنے کے بجائے توحید و سنت پر زور دیں۔ دیوبند کا یہی پیغام ہے اور اس کی یہی خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے سرمایۂ ملت کو بچانے کی کوشش کی اور اختلافی مسائل کو عوام کے سامنے نہیں لائے۔

یہ دیوبند وارث ہے حضرت مجدد الف ثانی کا، اور اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کو سمجھنا چاہیے۔ یہ میرا مقام نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی کے وارث ہیں۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ متقدر بزرگوں میں سے کسی کو بھی اس میں کلام نہیں کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا گلستاں اور ان کا مکتب فکر ہے جو دیوبند کی شکل میں اس وقت سامنے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں صحیح العقیدہ درسگاہیں ہیں وہ شاہ ولی اللہؒ کی شمع فروزاں اور اسی کی تجلیات ہیں۔

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے لئے قائد کا مقام اختیار کیجئے آپ

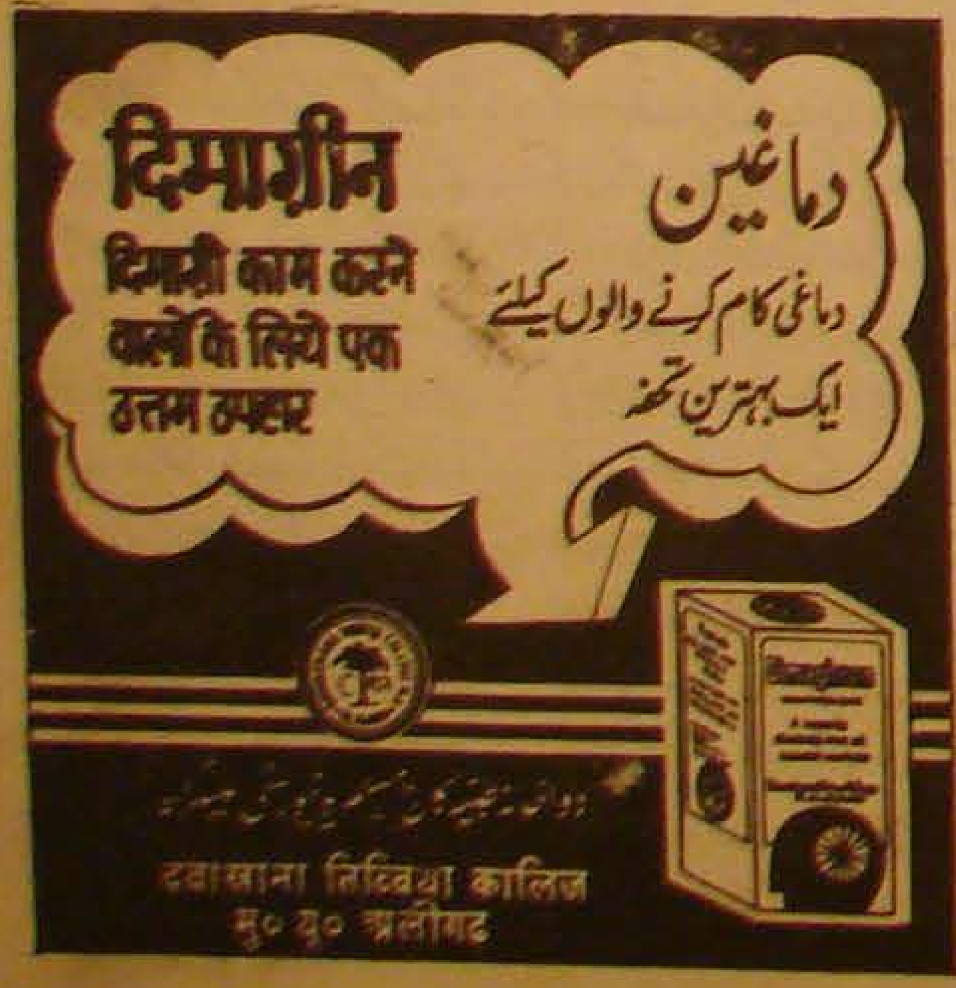

اسلام کی زبانی

میرا کرشمہ ان گھرانوں میں دیکھو جو میرے زیرِ اثر ہیں۔

(مولانا عبد الماجد دریا بادی مرحوم)

شخصی اور خانگی زندگی کے تمام ترین اور اہم ترین واقعات شادی اور موت ہیں دونوں کا ایک سرسری منظر ذرا میرے زیر اثر گھرانوں میں دیکھتے چلئے، مسلمان لڑکی ادھر سیانی ہوئی، ادھر ماں باپ کو شادی کی فکر شروع ہوئی۔ نسبت کے پیام آنے لگے۔ فکر اس کی نہیں کہ زائچہ ملایا جائے، کنڈلی ملائی جائے، منحوس گھڑی ساعت سے بچایا جائے گھڑی کے انتظار میں عمریں گذر جائیں، نجومی، جوتشی، رمال کا دخل کسی موقع پر نہیں، نہ یہ بے فکری کہ جلدی کیا ہے لڑکی جوان ہو کر اپنا شوہر خود ہی ڈھونڈ لیگی، عمر بھر کے شریک زندگی کا انتخاب زندگی کا دقیق ترین، اہم ترین، نازک ترین انتخاب ہے۔ ضرورت اس میں جوش کی نہیں، ہوش کی اور جذبات دیوانگی کی نہیں، عقل و فرزانگی کی، اچھے اچھے تجربہ کاروں کی، پختہ دماغوں کی عقلیں چکر کھا جاتی ہیں، عقل و تجربہ سے خالی اور جذبات سے بھری نوجوان لڑکی یا نوجوان لڑکے کے سر اس کا بار تمام تر ڈال دینا، اور خود دور سے محض تماشہ دیکھنا، اولاد کے ساتھ ہمدردی نہیں بے دردی ہے، دوستی نہیں دشمنی ہے گویا ایک پندرہ سال کی لڑکی یا لڑکے سے یہ توقع ہے کہ اسے ضروریات و جذبات کا اندازہ ہے، ۲۵، برس کے سن کا اور ۳۵ برس کے سن کا! زندگی کے جو اتار چڑھاؤ فطرت بشری کی جو نیرنگیاں، نوجوانوں کے لیے ابھی پردۂ راز میں ہیں، بڑے بوڑھوں کے لیے آپ بیتی بن چکی ہیں، البتہ صلاح و مشورہ کی حد تک ان نوجوانوں کو بھی شریک رکھنا ضروری ہے کہ ہر حال رائے تو کسی درجہ میں وہ بھی رکھتے ہیں۔ غرض بڑوں نے (یا فقہاء کی اصطلاح میں اولیاء نے) اپنے طور پر خوب جانچ پڑتال کر کے چھوٹوں کی رائے و مرضی دیکھ کر بات ٹھہرائی جہیز کا سامان مہیا کیا گیا حسب حیثیت۔ یہ نہیں کہ جہیز کے لئے قرضہ اٹھا لیا جائے

کہ آخر میں نوبت خودکشی کی آجائے۔ کورٹ شپ کا قدم کسی منزل میں درمیان میں آنے نہ پائے اور مسلمان عروس اور اس کا شوہر دونوں ان بیہیاؤں سے بچ گئے جن سے آج روئے زمین پر بے شمار گھرانے جہنم کا نمونہ بنکر رہ گئے ہیں۔ خیر یہ مرحلے طے ہوئے تو ایک تاریخ سعید نکاح کی قرار پائی۔ دلہن کے گھر پر دولہا والے اور خود دلہن والے جمع ہوئے۔ شوہر سے اس کی حسب حیثیت ایک رقم مہر کا اقرار کرایا گیا ——— ایک زندہ ہستی اپنے کو دوسری زندہ ہستی کے سپرد کر رہی ہے، اس کا کچھ تو نذرانہ چاہیئے۔ اسی نذرانہ کا نام مہر ہے ——— اب ضابطہ و قانون کے مطابق اقرار پہلے لڑکی سے کرایا گیا اور پھر لڑکے سے، چپ چپاتے نہیں، علانیہ، لڑکی سے عورتوں کے مجمع میں، لڑکوں سے مردوں کے جلسہ میں۔ اور قبل اس کے کہ شوہر اپنی زبان سے اتنی بڑی ذمہ داری کا اقرار کرے، اس کے سامنے خطبہ پڑھا گیا میری سرکاری زبان عربی میں، اس خطبہ میں نہ شاعری ہوتی ہے نہ خیال آرائی۔ اس میں بیان ہوتی ہیں نکاح کی فضیلتیں اور برکتیں، زوج و زوجہ کے باہمی حقوق کی اہمیت اور خوف خدا کی تاکید۔ اس کے بعد حسب حیثیت عزیزوں اور دوستوں کی دعوت۔ بس لیجئے ہو گیا نکاح مسلمان مرد کا مسلمان عورت کے ساتھ خدا کا واسطہ درمیان میں لاکر دو خدا پرستوں کی زندگیاں ایک کرادی گئیں اور بارک اللہ کی آوازیں ہر طرف سے آنے لگیں، شروع سے آخر تک نہ مشرکانہ اور وہم پرستانہ رسوم کی دھوم دھام، نہ باجے گاجے، نہ ناچ رنگ، نہ آتشبازی کی دھوم دھام، نہ غیروں کی ہاں کی طرح میرے ہاں یہ قید کہ نکاح وہی پڑھائے جو خاندان کا لگا بندھا پنڈت پروہت ہو یا باضابطہ پادری ہو، نہ میرے ہاں یہ پابندی کہ نکاح صرف گرجا کے ہال کی طرح مسجد ہی کے دالان میں ہو سکے ہر جگہ ہو سکتا ہے ہر شخص پڑھا سکتا ہے یہاں تک کہ شوہر خود ہی اپنا نکاح

گواہوں کے سامنے پڑھ سکتا ہے! میرے ہاں تو انگریزی زبان میں Reformation کی تصدیق قدم قدم پر موجود۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو قومیں مجھ سے متاثر ہو کر میرے زیر نگیں ہیں ان میں کسی زبان میں (Priesthood) اور (Priest) کا صحیح ترجمہ موجود نہیں۔

اب موت کی طرف آیئے۔ بیمار بستر مرگ پر پڑا ہے۔ تیماردار اس کے پاس سے ہٹیں گے نہیں۔ طاعون ہو یا ہیضہ اس سے ڈریں گے نہیں۔ عزیز تو عزیز ہی ہیں غیر تک اس کی خدمت میں لگ جائیں گے اور یہ کچھ ان پر احسان سمجھ کر نہیں، اپنے لئے باعث سعادت سمجھیں گے۔ نزع کا عالم طاری ہے عزیز و قریب ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں کوئی سورۂ یٰسین سنا رہا ہے کوئی کلمۂ توحید بآواز بلند پڑھ رہا ہے کوئی محض اللہ اللہ کر رہا ہے کہ رخصت ہونے والے کے کان میں اس عالم ناسوت کی جو آخری آواز پڑے وہ اللہ کا نام اور توحید کا کلمہ ہی ہو مریض کی حالت اور گری۔ . . . اب اسے قبلہ رخ کر دیا گیا کہ جدھر روح کی توجہ ہے اسی طرف جسم کا رخ بھی ہو جائے۔ میسر ہوا تو منھ میں آب زمزم کے قطرے ٹپکا دئے گئے کہ اس دار فانی سے کوچ کرتے وقت آخری ناشتہ اسی پاک پانی کا ہو، سانس رکی اور ادھر منھ پر اور آنکھوں پر پٹیاں لپیٹ دی گئیں کہ ظاہری شکل کے احترام میں بھی فرق نہ آنے پائے۔ اگر آنکھیں کھلی رہ گئیں، یا ہونٹ کھلے رہ گئے تو ممکن ہے کسی دیکھنے والے پر برا اثر ڈالیں۔ یہ دھجیاں غسل کے وقت تک لپٹی رہیں گی۔ تاکید ہے کہ ہاتھ یا پیر یا کوئی عضو اکڑ کر نہ رہ جائے بد نظری کسی طرح کی نہ ہونے پائے۔

یہ ہو چکا تو اب اہتمام غسل کا شروع ہوا پانی نیم گرم کہ تازہ نعش کے جسم کو ناگوار نہ ہو۔ کپڑے احتیاط سے اتارے گئے۔ پہلے وضو کرایا گیا پھر پورا غسل دیا گیا ——— حتی الامکان اعزا، اقربا اس سعادت میں حصہ لیتے رہے۔ میری حکومت میں نہ "مہا برہمن" کی قسم کی کوئی ذات ہے نہ (undertaker) کے قسم کا کوئی پیشہ گور و کفن کی ساری خدمتیں خود آپس ہی والے انجام دیں گے۔ غسل کے بعد اجلا اجلا بے سلا، نیا لباس زیب تن کیا گیا،

کافور اور دوسری خوشبوؤں میں بسا ہوا۔ وضو میں جو اعضا دھلتے تھے اور نماز میں جو اعضا فرش زمین سے لگتے تھے انھیں خاص طور پر کافور سے منور کیا گیا کہ کل جن اعضا کو چمکنا ہے، اس کی کچھ جھلک تو آج ہی ظاہر ہو جائے۔ اب جنازہ سج دھج سے روانہ ہوا، یہ نہیں ہوا کہ لاش گاڑی پر لاد دی جائے یا پیشہ ور مزدوروں سے یہ بار اٹھوایا جائے اور خود موٹروں پر بیٹھ سگریٹ اور سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے ساتھ چلا جائے کہ گویا یہ بھی کوئی تفریحی تقریب ہے، عزیز، قریب، بڑے چھوٹے، یہ وہ سب پیدل چل رہے ہیں، سر جھکائے ہوئے، کاندھا دیتے ہوئے، زیر لب کلمہ پڑھتے ہوئے، گویا میت بڑی معزز و محترم ہستی ہے اور یہ سب اس کی سواری کے کہار ہیں۔ مسلمان کا مرتبہ مر کر گھٹا نہیں، کچھ بڑھ ہی گیا، میت محلہ کے بھشتی کی ہے، نائی کی ہے، موچی کی ہے اور جنازہ کو دیکھئے کہ شیخ صاحب بھی ہاتھ لگاتے ہیں اور سید صاحب بھی، ڈپٹی صاحب بھی اور جج صاحب بھی، نماز ہوئی اور سب نے مل کر پڑھی۔ وہ میری اجتماعیت آخر کہاں جائے۔ نماز میں دعا ہوئی مغفرت کی، اور سلامتی ایمان کی، تنہا اسی میت کے لیے نہیں، ساری امت کے لیے زندوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی (حیّنا ومیّتنا) چھوٹوں کے لئے بھی اور بڑوں کے لئے بھی (صغیرنا وکبیرنا) جو حاضر ہیں ان کے لئے بھی اور جو غائب ہیں ان کے لئے بھی (شاہدنا وغائبنا) مردوں کے لئے بھی عورتوں کے لئے بھی (ذکرنا وانثانا) غرض یہ کہ سب کے لئے، اور وہ بھی غائب کے مجہول اور مضمحل صیغہ میں نہیں، جیتے جاگتے ہوشیار و بیدار جمع متکلم کے صیغہ میں۔ زمین دوز مکان سوندھی سوندھی کچی مٹی کا پہلے سے تیار ہے، کیوڑہ چھڑک اسے معطر کر دیا گیا اور پھر زمزم کے چند قطرے میسر آگئے جب تو خاکدانیوں کا رشتہ کہنا چاہئے کہ اس لمحہ آسمانیوں سے جڑ گیا۔

آگ میں ڈالا نہیں گیا، کسی دیوی دیوتا کے نام کا منتر نہیں پڑھا گیا، کسی بند میدان میں چھوڑا آیا نہیں گیا کہ چیل اور کوّے اور گدھ نوچ نوچ کر کھالیں۔ مٹی کے پتلے کو مٹی کے مکان میں آداب و احترام سے اتارا

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

مسلمانوں کی ترقی کا راز . . . . ؟

مولانا سید محمد رابع ندوی، صدر شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء۔ عربی سے ترجمہ: محمد فیاض عالم ندوی

رہبر عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کی قیادت کی باگ ڈور ایسے نازک ترین اور پر آشوب دور میں سنبھالی تھی جب کہ یہ لازوال امت ساز و سامان سے محروم، نیز اس کے حصول کے وسائل سے بھی تہی دامن تھی، لیکن دوسری طرف اس زندہ جاوید امت کو قادر مطلق نے فطرت انسانی کی قوت اور علمی صلاحیت کی وہ شاہ کلید عطا کی تھی جو فولادی طاقتوں سے بھی عظیم تر طاقت تھی، اسکے برخلاف فارس و روم اور آس پاس کے دیگر ممالک کو وہ تمام مادی اور ظاہری وسایل مہیا تھے جو آج بھی قوت و طاقت کا راز سمجھے جاتے ہیں لیکن جب اسلام جیسی عظیم قوت کا سامنا ہوا تو باطل طاقتوں کے دلفریب قلعے ریت کی دیوار کی طرح زمین بوس ہو گئے اور مسلمانوں نے اپنی ظاہری ساز و سامان کی کم مائیگی، علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کی تہی دامنی کے باوجود بڑے سے بڑے باطل کے آہنی قلعوں کو مسمار کر دیا اور مادہ پرستوں کی حیرت انگیز شان و شوکت کا مکمل خاتمہ کر دیا، یہ ایک سبق آموز امر ہے کہ روم و ایران مادیت کے مہلک کینسر کا شکار اور میدان عمل میں ایسے اپاہج ہو گئے تھے جو ان کے لئے حقیقت میں پیغام موت تھا۔

یہیں سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان صحرا نشینوں کی کامرانی اور روم و ایران جیسے متمدن ممالک کی شکست، علوم و فنون سے نا آشنا شتر بانوں کی فتح، اور علوم و فنون سے مالا مال مادہ پرستوں کی ناکامی کا راز، مسحور کن تہذیب و تمدن کی ترقی اور عیش و تنعم کے وسائل کی فراوانی میں مضمر نہیں بلکہ حقیقی قوت عزم و ہمت اور عمل پیہم میں مخفی ہے جس سے انکار کرنا زندگی کی کشتی کو طوفانی بھنور میں ڈھکیل دینے کے مترادف ہوگا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آج کی پرفریب تہذیب کی چمک دمک نے ساری دنیا کے بنی نوع انسان کے چین و سکون کو درہم برہم کر دیا ہے اور ہلاکت کے ایسے دہانے پر پہونچا دیا ہے جہاں موت کھڑی انتظار کر رہی ہے۔ آج کی یہ نام نہاد متمدن قومیں اور مشینی انسان خود فریبی میں مبتلا ہے کہ یہ بھیانک تہذیب اسے ہلاکت سے بچالے گی ـــ اور انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو ساحل نجات پر پہونچا دے گی لیکن کاش یہ حقیقت ہوتی، یہ کوئی خیالی بات نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے، تاریخ شاہد ہے کہ آج سے صدیوں پہلے مسلمان اور عرب کی تہذیب و تمدن کے باغ میں بہاروں کا شباب تھا۔ مسلمانوں کے علوم و فنون کا دور دورہ تھا اور ساری دنیا کو مسلمانوں کی طاقت کے سامنے جھکنا پڑا تھا لیکن چشم فلک نے بعد میں یہ بھی دیکھا ہے کہ ان کی تہذیب و تمدن، علوم و فنون اور مادی طاقتیں انھیں خونخوار تاتاریوں کے وحشیانہ یورشوں سے نہیں بچا سکیں اور دیکھتے ہی دیکھتے عروس البلاد شہر بغداد جو علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کا روشن مینارہ سمجھا جاتا تھا ویران و برباد ہو گیا اور اس کا پر بہار چمن اس طرح خزاں کی نذر ہو گیا کہ دوبارہ اسکی بہار نہیں لوٹ سکی۔

اس کے علاوہ بہت سے ایسے سبق آموز واقعات ہیں جو اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہیں کہ صرف تہذیب و تمدن کی چمک دمک علوم و فنون کی نیرنگیاں اور گذشتہ تاریخ کی شان و شوکت بنی نوع انسان کو حقیقی کامرانی سے ہم کنار نہیں کر سکتی ہے تاوقتیکہ اس کا دل و دماغ، عزم و ہمت اخلاص و عمل، وسیع النظری اور بلند کرداری سے سرشار نہ ہو، افسوس کہ آج اہل مشرق ظاہری محاسن اور پر فریب تہذیب کی چمک دمک سے اس طرح مرعوب ہیں کہ موجودہ دولت کی ریس والی ذہنیت نے انھیں اعلیٰ اور صحت مند اقدار سے محروم کر دیا ہے۔

جہاں تک ترقی یافتہ ممالک کا تعلق ہے تو ان کی ساری صلاحیتیں ان مادی علوم کے حصول میں صرف ہو رہی ہیں جو ان کی زندگی کے تقاضوں کو پورا کر سکے اس کے برخلاف ترقی یافتہ ممالک اپنی ساری صلاحیت یا تو تہذیب کے ظاہری چمک دمک کے حصول میں صرف کر رہے ہیں یا پھر ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں، حالانکہ ترقی ثقافتی ادبی اور فکری اعتبار سے مغرب کی قطعاً محتاج نہیں جبکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مستعار تہذیب کسی طرح بھی سود مند نہیں ہو سکتی ہے۔

اقوام مشرق خصوصاً امت مسلمہ کامیابی سے اس وقت ہم کنار ہو سکتی ہے جبکہ معنوی قوت کے ساتھ ساتھ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فاین وجدھا فھو احق بھا کے پیش نظر موجودہ ترقی یافتہ قوموں سے ایسے تجربات حاصل کرے جو کسی بھی ترقی پذیر قوم کے لئے ضروری ہو سکتے ہوں۔

آج ہم ٹیکنیکل اقتصادی اور سیاسی میدان میں مغرب سے بہت پیچھے ہیں اس کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم نے عملی قدم اس عزم و ہمت کے ساتھ نہیں اٹھایا جو کسی بھی ترقی پذیر قوم کے لئے ضروری ہے۔

جب تک ہم اخلاص و مروت، عزم و ہمت اخلاقی اقدار اور بلند کرداری کا نمونہ دنیا والوں کے سامنے پیش نہیں کریں گے تب تک ہم نہ ترقی کے کٹھن دشوار گذار اور ناہموار راستے کو طے کر سکتے ہیں اور نہ اعلیٰ مقاصد کی تکمیل سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

آج مسلمانوں نے اپنی غیر ذمہ دارانہ اور بے مقصد زندگی ثقافتی اور فکری کم مائگی کے باعث اپنے مستقبل کی گاڑی کو ایسے بھیانک ڈگر پر ڈال دیا ہے جو کسی وقت بھی ہلاکت کی گہری کھائی میں گر سکتی ہے، لہذا رہنمایان ملت اور رہبران قوم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ خود غرضی اور موقعہ پرستی کی پستیوں سے بلند ہو کر اس امت کو ہلاکت کی کھائیوں میں گرنے سے بچائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے دشمنوں کے دام فریب میں آکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی انفرادیت کھو بیٹھیں۔

قاضی محمد عدیل عباسی کی رحلت

قارئینِ تعمیر حیات کو یہ افسوسناک اطلاع مل چکی ہوگی کہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے مخلص خادم، دینی غیرت و حمیت میں ممتاز، ملی اور ملکی کاموں میں پیش پیش رہنے والے قاضی محمد عدیل عباسی ۸۰ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاضی صاحب علی گڑھ کے گریجویٹ تھے، سیاسی اور عملی زندگی کا آغاز انہوں نے صحافت سے کیا اور مولانا ظفر علی خاں کے مشہور روزنامہ زمیندار میں اپنے قلم کی جولانی دکھاتے رہے، پھر تحریک خلافت میں ایسے لگے کہ آخر تک آزادی وطن کی ہر تحریک سے وابستہ رہے، اس سلسلہ میں انھوں نے قربانیاں بھی دیں، تقسیم ہند کے وہ مخالف تھے اور اس کو مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے تھے۔

آزادی کے بعد قاضی صاحب نے اپنی تمام تر جد و جہد مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ملک کی ترقی و خوش حالی کے لئے وقف کر دی۔ اردو کی بقا و ترقی کے لئے انکے کارنامے ناقابل فراموش ہیں ان کا سب سے بڑا کارنامہ انجمن تعلیمات دین کا قیام ہے جو اپنی نوعیت کی غیر معمولی منفرد تنظیم ہے، جس کے ذریعہ قاضی صاحب نے ہندوستانی مسلمانوں کو دینی و فکری ارتداد سے بچانے کا غیر معمولی مجتہدانہ کارنامہ انجام دیا ہے۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی صدارت میں قاضی صاحب نے جب بستی میں پہلا جلسہ منعقد کیا تو اس میں شرکت کے لئے سارے ملک سے مسلمان قائدین و رہنما اور ملی کارکن اہتمام سے آئے اور نمونے کے مکاتب کو بچشم خود دیکھ کر نئے حوصلے اور عزم کے ساتھ اپنے اپنے صوبوں کو واپس ہوئے۔ پھر تو بیشتر صوبوں میں اسی طرز پر کام شروع کر دیا گیا، اس طرح اللہ کے اس مخلص بندے کی بیدار مغزی، دور اندیشی اور دینی غیرت و حمیت کی وجہ سے ایک پوری ملت عرصہ تک کے لئے ارتداد سے محفوظ ہو گئی، قاضی صاحب کا صرف یہی ایک کارنامہ ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی بال بال مغفرت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مصر و اسرائیل کے تعلقات

کیا کھویا کیا پایا

ابوالمعظم ندوی

مصر و اسرائیل کے درمیان معاہدہ اور سفارتی تبادلوں کے بارے میں مختلف ردعمل ظاہر کئے جارہے ہیں، مصری اخوانیوں کے ترجمان ماہنامہ "الدعوۃ" نے تازہ شمارہ میں لکھا ہے کہ اب جب کہ ہماری حکومت اسرائیل سے فوجی میدان میں مقابلہ سے گریز کررہی ہے ہمارے عوام اس کو اقتصادی طور پر شکست دے سکتے ہیں، رسالہ نے عوام سے مطالبہ کیا کہ یہودی کارخانوں کے بنے ہوئے سامان کا نہ صرف بائیکاٹ کیا جائے بلکہ قاہرہ میں متعین یہودی سفارت کاروں سے قطعاً کوئی تعاون نہ کیا جائے اور ان کو مصری معاشرہ میں اچھوت سمجھا جائے۔

الدعوۃ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ نئے نہیں ہیں اس سے پہلے بھی مصر و اسرائیل کے درمیان معاہدہ کی سخت مخالفت کرچکا ہے، یہ مخالفت یوں ہی بے بنیاد نہیں ہے بلکہ سیاسی و اقتصادی اور فوجی تجزیہ نگاروں کے نزدیک اسکے معقول اسباب ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۱۹۶۷ء کے بعد سے اسرائیل عرب دنیا پر نفسیاتی لحاظ سے مرعوب کن حد تک چھایا ہوا تھا مگر ۱۹۷۳ء کی جنگ نے پانسہ پلٹ دیا اور سیاسی و فوجی برتری میں عربوں سے مرعوبیت ہونے لگی۔ مگر کیمپ ڈیوڈ معاہدہ نے ایک بار پھر جیتی ہوئی بازی عربوں سے چھین کر اسرائیل کو دے دی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مصر و اسرائیل اور امریکہ کے درمیان باہمی رابطہ نے مشرق وسطیٰ میں روس کو روکنے کے بجائے دو بڑی طاقتوں کے درمیان کھلے تصادم کی شکل اختیار کرلی ہے جس میں امریکہ مصر و اسرائیل کو اور روس، شام و عدن کو قربانی کا بکرا بنائے گا۔ اس معاہدہ سے اسرائیل اور امریکہ کو سیاسی، معاشی فوائد کے علاوہ فوجی اعتبار سے متعدد کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔

جہاں تک اسرائیل کامیابیوں کا تعلق ہے وہ سیاسی و فوجی اسٹراٹیجی کے علاوہ اقتصادی حیثیت سے کامیابی سے ہم کنار ہورہا ہے۔

فوجی لحاظ سے اسرائیل نے مصر کو تمام عرب ممالک سے کشمکش کے میدان میں غیر جانبدار پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کردیا ہے سیاسی مفہوم سے قطع نظر معاہدہ ایک واضح عبارت ہے جس نے کسی عرب ملک میں مصر کو فوجی رول ادا کرنے سے براہ راست یا بلا واسطہ روک دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مصر تحریک آزادی فلسطین کی بھی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ اس کی بناء پر ان عرب ممالک کی فوجی طاقت اور اس کے اثرات گھٹ کر رہ گئے جو کسی درجہ میں اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی کرسکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسرائیل کو فوجی برتری حاصل ہوگئی، دوسری طرف بحر احمر میں اسرائیل کو جہازرانی کے سلسلہ میں جو مشکلات پیش آرہی تھیں وہ یک بیک ختم ہوگئی ہیں۔

دونوں ملکوں کے معاہدہ کی پہلی شق میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان دستاویزات کے تبادلہ کے بعد ہی حالت جنگ ختم ہوجائیگی اور دونوں ملک ایک دوسرے کے فضائی، بحری اور بری حدود کا احترام کریں گے، تیسری دفعہ میں دوبارہ یہ بات دہرائی گئی ہے کہ فریقین طاقت کے استعمال کی دھمکی کسی حال میں بھی نہیں دیں گے، اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ خواہ مصر کے اختلافات اسرائیل سے کتنے ہی زیادہ بڑھ جائیں وہ طاقت استعمال نہ کرنے پر مجبور ہے اور کسی بھی فوجی کارروائی کا اس کو کوئی حق نہیں ہے۔

اس سے زیادہ پابندی مصر پر اور کیا ہوگی کہ اگر کوئی عرب ملک اسرائیل کے خلاف فوجی طاقت استعمال کرتا ہے تو مصر اس عرب ملک کی کوئی مدد نہیں کرسکےگا جب کہ مصر مشترکہ عرب دفاعی معاہدہ (۱۹۵۰ء) پر دستخط کرچکا ہے جس میں اس نے اسرائیل کے خلاف کارروائی پر اپنے کو پابند بنایا تھا اگرچہ مصری وزیر اعظم مصطفیٰ خلیل نے اس کی تردید کردی تھی اور کہا تھا کہ مصر شام کی مدد کا پابند ہے مگر حقیقت وہی ہے جو اس صفائی سے پہلے تھی۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اس کے معاہدہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ فریقین اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ ایسی باتوں سے اجتناب کریں گے جن سے جنگ کو بڑھاوا ملے یا بزور طاقت جنگ کی دھمکی دی جائے اور کسی فریق کے شہریوں اور اس کی املاک کو ضبط کرنے کے اقدام کئے جائیں اسی طرح دونوں فریق اس کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی تنظیم کی اجازت اپنے ملک میں نہیں دیں گے اور نہ کسی طرح سے دوسرے کے خلاف اشتعال انگیزی کو ہوا دیں گے اور تخریبی کارروائیوں کی پشت پناہی کریں گے۔ دونوں فریق اس کا عہد کرتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی حرکت کرے اور تشدد کے طرز عمل کو اپنائے تو اس پر مقدمہ چلایا جائےگا۔

غالباً اسی بناء پر صدر سادات نے عام رائے شماری کے موقع پر تمام ایسی باتوں کو عوام سے زبردستی منوالیا تھا جن سے اسرائیل کو کوئی نقصان نہ پہونچے۔ اسی پس منظر میں ماہنامہ "الدعوۃ" کا وہ اعلان پڑھئے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ہم عوام کو ہرگز اس کا مشورہ نہیں دیں گے کہ وہ اسرائیلی سفارت خانہ پر حملہ کریں یا تشدد اختیار کریں، بلکہ ان کے ساتھ عدم تعاون اور منفی طرز عمل اختیار کریں جو دشمن کے لئے زیادہ نقصان دہ ہے۔

بمبئی میں

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

مٹھائیاں اور حلویات

عمدہ و لذیذ

سلیمانی افلاطون

اس کے علاوہ خصوصی پیش کش

ڈرائی فروٹ برفی

ملک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ و خستہ

بسکٹ

اور

نان خطائیاں

خریدنے کا قابل اعتماد مرکز

سلیمان عثمان مٹھائی والے

مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی　فون 320059

بیکری:- ۳۳ - محمد علی روڈ بمبئی - ۳

آپ کے خطوط

(تعمیر حیات کی خصوصی اشاعت پر قارئین نے ہمیں مبارکباد دی ہے اور اس عظیم نمبر کے بارے میں اپنے تأثرات کا اظہار کیا ہے ہم ان میں سے چند کے اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں)

مولانا منت اللہ رحمانی مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری و بہار و اڑیسہ کے امیر شریعت اس اشاعت پر ادارہ کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں،

" اس اشاعت کے ذریعہ مولانا عبد السلام قدوائی، مولانا محمد الحسنی اور مولانا اسحٰق جلیس ندوی کی زندگی محفوظ ہوگئی۔ اس سے علم و ادب، نظم و ترتیب کے میدان میں کام کرنے والوں کو بڑی مدد ملے گی ان شاء اللہ۔ . .

. . . خصوصی اشاعت کی حسن ترتیب و طباعت پر بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ حق تعالیٰ آپ لوگوں کی اس خدمت کو قبول فرمائے"۔

ڈاکٹر اقبال انصاری صدر ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ خصوصی اشاعت پر شکریہ کے خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

" . . . آپ حضرات نے ان مرحومین کی یادگار میں خصوصی شمارہ شائع کرکے ایک اہم علمی، دینی اور ملی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ پاک آپ حضرات کو جزائے خیر دے اور مرحومین کی تربت کو نور سے معمور فرمائے۔ آمین میری جانب سے اپنے دیگر رفقاء کار کو بھی اس اشاعت خصوصی کی ترتیب میں محنت و جانفشانی پر مبارکباد دیں اہل علم کی علمی یادگار ہی زیادہ مناسب ہوتی ہے"۔

ڈاکٹر صاحب توقع ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اس اشاعت کے بعد اس فرض سے سبک دوش نہ ہوجائیں گے بلکہ آئندہ بھی وقتاً فوقتاً مضامین کے ذریعہ مرحومین کی یاد کو تازہ کرتے رہیں گے۔

نامور شاعر مصطفیٰ علی اسیر نے (تعمیر حیات کا خاص نمبر جو تین فرزندان ندوہ کی یاد میں مرتب کیا گیا ہے اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں سے بھرپور ہے) کے الفاظ سے یاد کیا ہے وہ مزید لکھتے ہیں:-

" مولانا عبد السلام تو میرے عزیز اور بھائی تھے جن سے برسوں میرا خاص تعلق رہا ان کے بارے میں جن اہل قلم نے اپنے خیالات ظاہر کئے وہ سب مبارک باد کے مستحق ہیں موصوف کے علمی جلال و جمال سے ان مقالات کی بدولت مجھے بھی واقفیت حاصل ہوئی۔ لیکن جن دو جواں سال مرحومین سے میری براہ راست واقفیت نہ تھی آپ کی اس کامیاب پیشکش کی بدولت ان دونوں مجاہدین اسلام کی تصویر اس طرح نظروں کے سامنے آئی کہ جیسے میری ان سے دیرینہ ملاقات رہی ہو۔ . . . . مرتبین حضرات تک خاص طور سے میری مبارک باد پہنچا دیجئے"۔

کلکتہ سے ہمارے ایک کرم فرما . . . . . . تحریر فرماتے ہیں:-

" ماشاء اللہ کیا خوب اشاعت ہے آپ نے اتنا خوبصورت شمارہ خصوصی نکال کر اردو کی لاج رکھ لی، کس کس کی تعریف کروں ایک سے بڑھ کر ایک مضامین کی، عمدہ سفید کاغذ کی، عمدہ خوبصورت بہترین کتابت کی، عمدہ باشعور مرتب نگاری کی، غرض یہ کتاب آنکھوں سے لگانے کی چیز ہے اور اس کے ایک ایک لفظ کو توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنے کی چیز ہے۔ اتنا خوبصورت اور معیاری خصوصی پیشکش کے لئے ادارہ کے ہر رکن کو ہماری نیک خواہشات پہنچا دیں آپ سے گذارش ہے کہ اس خصوصی شمارہ کو اردو کے ہر قاری تک پہنچا دیں اور اس کو پاکستان کے قارئین تک ضرور پہنچائیں۔

. . . . اردو کے ہر شیدائی کے لئے ایسی کتاب سے محروم رہ جانا بڑی شرمندگی کی بات ہوگی۔ یہ کتاب ندوہ کے شایان شان ہے باطنی اور ظاہری دونوں اعتبار سے۔

نوٹ: یہ عظیم اور ضخیم نمبر ادارہ تعمیر حیات اپنے خریداروں کو نصف قیمت پر پیش کررہا ہے۔ جو حضرات یہ نمبر حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ مبلغ پندرہ روپے ارسال فرمائیں اور اپنی خریداری نمبر کا حوالہ دیں۔ رقم ملتے ہی بذریعہ رجسٹری ۲۵ روپے کا یہ شاندار نمبر صرف پندرہ روپے میں آپ کو بھیج دیا جائےگا۔

ایک مراسلہ اور . . .

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!　　سلام مسنون

طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد تعمیر حیات کا خاص نمبر ملا جو صوری اور معنوی لحاظ سے خوب سے خوب تر ہے، تمام مضامین بڑے موثر خصوصاً مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے تینوں مقالے۔ غیر معمولی موثر ہیں اور پڑھنے والا اشکبار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب تھے یہ حضرات جن کی ضیا پاشیوں سے ندوہ ہی نہیں پورا عالم اسلام محروم ہوگیا۔

بس ایک بات نمبر میں کھٹکی کہ ڈاکٹر انور علی صاحب کے مضمون کے بعض مندرجات اس وقیع عظیم اور متفق الرائے خاص نمبر کے شایان شان نہیں اس میں بعض باتیں ایسی آگئی ہیں جن سے دوسروں کی دل آزاری ہوسکتی ہے ـــ مجموعی طور سے خاص نمبر آنکھوں سے لگانے کے لائق ہے اور آپ تمام حضرات اس قابل قدر پیشکش پر ہماری جانب سے اور ندوی برادری کی جانب سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

عبد اللہ علاء الدین ندوی

۴۴۔ نل بازار۔ بمبئی ۳

دعائے مغفرت

۲۴ر مارچ کو مولانا افتخار احمد فریدی صاحب مرادآبادی کی اہلیہ کا چند گھنٹوں کی علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اہل تعلق سے گذارش ہے کہ دعا اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں گے۔

خریدار حضرات سے گذارش ہے کہ براہ کرم اپنے صحیح پتوں سے (انگریزی میں) مطلع فرمائیں۔

افغان ـــــ اقبالؒ کی نظر میں

مغل سے کسی طرح کمتر نہیں
کہستاں کا یہ بچۂ ارجمند

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی، صدر شعبۂ عربی کالی کٹ یونیورسٹی کیرالا

علامہ اقبال نے افغانیوں کے بارے میں کئی نظمیں کہی ہیں انہوں نے افغانستان کے مسلمانوں کی حریت پسندی، جرأت مندی اور بلند حوصلے کی داد دی ہے۔ اقبال نے محسوس کیا کہ انہوں نے جو فلسفۂ خودی پیش کیا ہے اس کی پاسداری اور عملی زندگی میں اس کی آئینہ داری کا حق دراصل افغانیوں کو ہے جنھوں نے اپنے عظیم تاریخی کارناموں سے اپنا مقام پیدا کر لیا ہے جن کی فطرت میں غلامی اور تقلید نہیں ہے جن کے پہاڑ ان کے آہنی عزم کے غماز ہیں، جنھوں نے برطانیہ جیسی عظیم طاقت کو اس کے دور عروج میں شکست فاش دی تھی۔ اسی بنا پر اقبال نے اس آزاد پسند قوم کی خودی کو مخاطب کیا ہے، ان کے کلام میں بار بار افغانوں کو ان کے تاریخی پس منظر میں آزادی قائم رکھنے اور اس کی اشاعت پر آمادہ کیا گیا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے بعض افغان شعراء کے کلام سے استفادہ کر کے افغانیوں کی استقلال پسندی کو نمایاں کیا ہے۔ افغانستانیوں پر ہندوستان کے مغل حکمرانوں نے قبضہ کیا۔ پشتو زبان کا اس دور میں ایک شاعر خوشحال خان گذرا ہے جس نے اپنے وطن کو مغلوں سے آزاد کرانے کے لئے ایک جمعیت بنائی تھی۔ اس کی تقریباً سو نظموں کا ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ علامہ اقبال نے خوشحال خاں کی وصیت کے عنوان سے مندرجہ ذیل نظم لکھی جو دراصل افغانیوں کی حریت پسندی اور غلامی سے نفرت کی غماز ہے ؎

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم
کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں
کہستاں کا یہ بچۂ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہم نشیں دل کی بات
وہ مدفن ہے خوشحال خاں کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باد کوہ
مغل شہسواروں کی گرد سمند

اسی طرح اقبال نے نظموں کا وہ سلسلہ لکھا جو "محراب گل افغان کے افکار" پر مبنی ہے، مگر درحقیقت ان میں خود اقبال کے افکار کی جھلک ہے اور اس فلسفۂ خودی کی ترجمان ہے اور اس ایمانی قوت کی عکاسی ہے جس کے سہارے افغانیوں نے ہر زمانہ میں استعماری طاقتوں کو شکست فاش دی ہے۔ اقبال درحقیقت افغانیوں کے اس عظیم کارناموں سے متاثر تھے اور ان کے سامنے گردن نہ جھکا کر اپنی عظمت اور اپنی خودی کو بلند ثابت کر دیا۔

اقبال افغانیوں میں درحقیقت اتحاد اور یقین کی قوت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ "محراب گل کے افکار" کی طویل نظم ۲۰ بند پر مشتمل ہے اس میں اقبال نے درحقیقت اپنے فلسفۂ خودی کی تعبیر کی ہے اگرچہ ان افکار کو منسوب کیا ہے محراب گل کی جانب۔ آئندہ بحثوں سے اور خود اشعار کی روح سے یہ کیفیت واضح ہو جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اقبال نے جس کے افکار پیش کئے ہیں اس کی ترجمانی نہیں کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر شاعر کا اپنا ذہنی ماحول ہوتا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ شاعر خود اپنی کائنات پیدا کرتا ہے اور اس کی دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ ڈھل کر اس کی اپنی متاع بنجاتا ہے یعنی وہ اگر دوسروں کے افکار بھی پیش کرتا ہے تو اپنے سانچے میں ڈھال کر۔ اقبال کے اندر یہ صلاحیت تمام شعراء سے زیادہ ہے وہ اپنی شاعرانہ و ذہنی فضا میں پوری کائنات کو ڈھال لیتے ہیں اسی پس منظر میں محراب گل افغان کے افکار پر مشتمل اس طویل نظم کا مطالعہ کرنا چاہئے

اقبال کو جو افغانیوں کی ترجمانی کا موقع ملا تو انہوں نے دل کھول کر ان کی عظمت، فقر، شجاعت، اسلامی حمیت اور لا الٰہ الا ھو کی شان نمایاں کی سب سے پہلے انہوں نے نظم کا آغاز محراب گل کی زبان سے اس طرح کیا:

تیرے خم و پیچ میں میری بہشت بریں
خاک تری عنبریں　ترا آب تابناک
اے میرے فقر غیور فیصلہ تیرا کیا ہے
خلعت انگریز یا پیرہن چاک چاک

خودی میں ڈوب جانے سے ناامید نہ ہو
کہ اس کا زخم ہے در پردہ اہتمام رفو
رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اتر گیا جو ترے دل میں لاشریک لہٗ

اقبال توحید کو قوت کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں اور افغانیوں کو اس قبائلی نظام کے انتشار سے بچانے اور ایک قوت بن کر متحد ہو جانے کی دعوت دیتے ہیں وہ یہاں تک محراب گل کی زبان سے کہتے ہیں کہ یہ قوم پورے عالم پر چھا جانے کی صلاحیت رکھتی ہے ؎

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں کہ یہ چار سو بدل جائے

وہ ادب و فلسفہ پر جد و جہد کو ترجیح اور اہمیت دیتے ہیں ؎

ناداں ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے
ارباب ہنر کے لئے لازم ہے تگ و دو

وہ افغانیوں کو اپنی عظمت پہچاننے اور خودی میں پوشیدہ بلندی کو حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس نظم کا ساتواں قطعہ نہایت پُرزور ہے جس میں گیت کا انداز پیدا ہو گیا ہے۔ گیت کا بہاؤ اور وہی بحر موجود ہے۔ الفاظ سادے اور دلکش۔ دو بند اس قطعہ کے پیش خدمت ہیں ؎

ڈھونڈھ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ
اس بندے کی دہقانی پر سلطانی قربان
اپنی خودی پہچان
او غافل افغان
تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان
اپنی خودی پہچان
او غافل افغان

اقبالؒ نے اس نظم کے ذریعہ مرکزی خیال یہ پیش کیا ہے کہ اصل طاقت ایمان

←

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز
عبّاس علاء الدّین اینڈ کمپنی
نمبر ۱۵۴ حاجی بلڈنگ ایس وی ڈی روڈ
مل بازار بمبئی نمبر ۳
AA
TELEGRAM:- CUP, KATTLY
PHONE No. 332220

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ٹول مکسچر	فلاور بی او پی

اسرائیل کا تازہ جرم

الحرم الابراهیمی

مسجد اقصیٰ میں آتشزنی سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں آگ لگ گئی تھی اور اس نے مشرق و مغرب کے اسلامیوں کو ہلا ڈالا تھا مگر ان دنوں اسرائیل جس نئے جرم کا ارتکاب کر رہا ہے وہ پہلے جرم سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔

مشہور شہر الخلیل کی اسلامی حیثیت اور اس کے قدیم رنگ یہودی رنگ میں تبدیل کرنے کے لئے یہودیوں نے طویل منصوبہ بندی کی تھی اور اس کو ہر طرح سے یہودی شہر پانے کا عزم کر لیا۔ اب اس مرحلے سے فارغ ہونے کے بعد اسرائیل نے حرم ابراہیمی کو بھی اسی ناپاک منصوبہ کے تحت تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ پہلے مرحلہ میں صیہونی نوجوانوں نے مسجد ابراہیمی کے بعض آثار اور نقوش کو توڑ ڈالے اور مسجد میں بچھے ہوئے قالین کو اتنا نقصان پہنچایا کہ وہاں سے اسکو ہٹا دینا پڑا۔ حرم ابراہیمی کے حدود کو بھی توڑ دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہودی دندناتے ہوئے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور اب تو مسجد کی دیواروں پر انہوں نے یہودی وصلیاں اور تختیاں بھی لٹکا دی ہیں ہر ہفتہ جمعہ کو یہودی اور مسلمان نمازیوں کے درمیان تصادم کی نوبت آ جاتی ہے۔ یہودیوں نے حرم ابراہیمی کے بعض حصوں کو مسلمانوں کے لئے ممنوع قرار دے رکھا ہے جب کہ مسلمان ان مقامات پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اور ان جگہوں کو حرم ابراہیمی میں شمار کرتے ہیں۔

یہودی حکومت نے متعصب صیہونی تنظیم جوش امونیم کو حرم ابراہیمی کے وسیع صحن میں ایک عام جلسہ کی بھی اجازت لی تھی اس کی اطلاع ملتے ہی مسلمانوں نے حرم ابراہیمی میں اپنے ایک اجتماع کا اعلان کر دیا اور اندیشہ پیدا ہو گیا کہ دونوں میں تصادم کی نوبت آ جائے گی۔

←

کی ہے جس سے افغانستان کے باسیوں کو جہاد اور حریت کی نعمت ملی ہے جو قومیں جد و جہد سے عاری ہوتی ہیں وہ عظمت و استقلال کی دولت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ وہ افغانیوں کی تعریف اس طرح کرتے ہیں ؎

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری

شاعر افغانوں کو یورپ کے بازی گروں سے ڈراتا ہے کہ مبادا وہ اس قوم کو اپنے جال میں پھانس نہ لیں اس لئے کہ اس کی فطرت بچوں کی طرح سادہ ہے ؎

مجھ کو ڈر ہے کہ طفلانہ ہے طبیعت تری
اور عیار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش

شاعر اتحاد پر زور دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ؎

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے
کہ امتیاز قبائل تمام تر خواری
عزیز ہے انہیں نام وزیری و محمود
ابھی یہ خلعت افغانیت سے ہیں عاری
ہزار پارہ ہے کہسار کی مسلمانی
کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری

شاعر اس قوم کی قیادت کے لئے ایک مرد مومن کے پیدا ہونے کی آرزو کرتا ہے جو یقین اور عشق کے جلووں سے زندگی کو معطر و منور کرے۔ یہی سرمایۂ یقین اور متاع عشق اس کوہستانی قوم کو زندگی اور طاقت عطا کرتی رہی ہے اور اسی کی ضرورت ہے ؎

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں اگر ایک بھی ہو صاحب یقیں

ـــــ

ہر سینے میں اک قیامت ہے نمود ار
افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا
وہ خانقاہ سے مایوس ہیں ؎
ممکن نہیں تخلیق خودی خانقاہوں سے
اس شعلۂ نم سے ٹوٹے گا شرر کیا

وہ کہتے ہیں کہ افغان کی طاقت اس کی خودی میں پوشیدہ ہے ؎

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی
بازو ہے قوی جس کا وہ عشق ید اللّٰہی
وحشت نہ سمجھ اس کو اے مردک میدانی
کہسار کی خلوت ہے تعلیم خود آگاہی

مرد خدا اس قوت یقینی اور خودی کی دولت سے اس دور میں بھی معجزہ دکھا سکتا ہے ؎

اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے میسر
جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی

اس دور میں پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے افغانوں کے حالات ان کی اسلامیت اور خود داری کا امتحان لے رہے ہیں۔ مغربی ممالک کی استعماریت مختلف رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے مگر سب کا مطلب دوسروں کو غلام بنانا ہے۔ اسلام نے جو قوت عطا کی ہے، اگر اس کی نگہداشت کی جائے اور مغربی فلسفوں کی بازیگری میں خودی کو فراموش نہ کیا جائے تو کوئی طاقت مسلمانوں کو زیر نہیں کر سکتی ؎

افرنگ ز خود بے خبرت کرد و گرنہ
اے بندۂ مومن تو بشیری تو نذیری

اقبالؒ نے کہا تھا کہ فاروقیت ایسے ہی میں پروان چڑھتی ہے اور اسلام کا نشہ تلوار کے نشہ سے تیز تر ہوتا ہے۔ آج اسی نشہ کی آزمائش ہے اور افغانیوں کی اسلامیت و خودی تاریخ کے طویل دور میں کبھی ایسی زبردست آزمائش سے گذرنا نہیں پڑا تھا ؎

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی
صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی

••

عالم اسلام

خبروں کے آئینہ میں

● مشہور فرانسیسی جریدہ لوفیگارو نے اپنے نامہ نگار کے حوالے سے لکھا ہے کہ افغانستان میں موجود بیشتر روسی فوجی مسلمان ہیں جنھیں یہ کہہ کر افغانستان بھیجا گیا ہے کہ وہ امریکیوں سے جنگ کریں گے لیکن جب ان کا سامنا اپنے ہی ہم مذہب افغان بھائیوں سے ہوتا ہے تو یا تو وہ جنگ سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے یا پھر اپنا اسلحہ پھینک دیتے ہیں۔

● جنوبی فلسطین کے صحرائے نقب۔ جو نئے معاہدہ کے مطابق اسرائیل کے حوالے کیا گیا ہے، کی ترقی کے لئے یہودیوں کی ایک تنظیم نے ایک کھرب ڈالر چندہ کر کے جمع کیا ہے۔

● کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے بعد مصری عیسائیوں میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے اور انھوں نے بڑی سرگرمی سے عیسائیت کی تبلیغ شروع کردی ہے۔ چنانچہ پہلے انکی سرگرمیاں اتوار کے دن ہوتی تھیں مگر اب انھوں نے جمعہ کے دن اپنی دعوت کو تیز تر کر دیا ہے۔ پروپیگنڈا لٹریچر عام وسائل مواصلات، بسوں اور ٹراموں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ڈاک کے ذریعہ انجیل مفت بھیجی جاتی ہے۔

● صومالی حکومت نے اسلامی مرکز کو بند کر دیا ہے اور اس کے کارکنوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا ہے، ان پر الزام یہ ہے کہ وہ مسلم نوجوانوں میں دین پسندی کے رجحانات پیدا کر رہے تھے۔

● سابق شاہ ایران اب اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ قاہرہ پہونچ چکے ہیں، انکے آتے ہی قاہرہ میں نوجوانوں کے مظاہرے شروع ہوگئے، چنانچہ گذشتہ ہفتہ قاہرہ یونیورسٹی میں طلبہ نے اس اچھوت شاہ کی آمد پر مظاہرہ کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، مگر پولیس نے مداخلت نہیں کی اور تصادم سے گریز کیا۔

● جس دن قاہرہ میں اسرائیلی جھنڈا لہرایا اسی دن قاہرہ کی سڑکوں پر مختلف مظاہرے ہوئے جن میں اس طرح کے نعرے لگائے گئے۔

● مسجد اقصیٰ ہمیں پکار رہا ہے۔

● وا یا ان خوش نہ ہو، محمد عربی کی فوج غافل نہیں ہے۔

● ہمارا فلسطین ہر حال میں اسلامی مملکت ہے نہ کہ یہودی اور اشتراکی مملکت۔

● جب اسرائیل کے لئے سفیر اور ڈپلومیٹک افراد کے انتخاب کا وقت آیا تو مصری وزارت خارجہ کو ناکوں چنے چبانے پڑے۔ جنرل طہٰ المجذوب نے جو مصر و اسرائیل کی گفتگو میں سرگرم ممبر تھے، سفیر بننے سے انکار کر دیا۔ تلاش بسیار کے بعد سعد مرتضیٰ دستیاب ہو سکے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ان کے لاکھوں پونڈ کے قرضے ادا کر دیے جائیں گے مگر اس کی قیمت ان کو دوسری طرف اس طرح ادا کرنی پڑی کہ ان کی منگیتر نے محض اس لئے منگنی منسوخ کر دی کہ سعد مرتضیٰ نے اسرائیل میں سفارت کی پیش کش منظور کر لی ہے۔

● ایک روسی ڈپلومیٹ کے حوالے سے بیروت کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی ہے کہ روس کو اریٹریا میں جس کثیر جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کی بنا پر اس نے فیصلہ کیا ہے کہ آہستہ آہستہ وہاں سے اپنے فوجی مشیروں کو ہٹالے اور دوسری طرف ایتھوپیا اور اریٹریا کے مجاہدین کے درمیان مصالحانہ گفتگو کے لئے فضا کو سازگار بنانے میں مدد دے۔ چنانچہ ماسکو کی طرف سے اریٹریا کے انقلابی قائد احمد ناصر کو دورے کی دعوت مل گئی ہے۔

● مڈل ایسٹ نیوز ایجنسی نے خبر دی ہے کہ مصر کی قومی اسمبلی نے اسرائیل کے معاشی بائیکاٹ کو ختم کرنے کے لئے رسمی طور پر ایک قانون کی منظوری دے دی ہے۔ قومی اسمبلی میں حزب مخالف سوشلسٹ کے تیس ممبران نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا، حزب مخالف کے لیڈر نے کہا کہ ان کی پارٹی محسوس کرتی ہے کہ اسرائیل صلح کے معاملہ میں سنجیدہ نہیں ہے۔

● ہوشیار خیبر کے یہودیو! محمد عربی کی فوج جلد ہی آنے والی ہے۔

● حیفا اور یافا۔ جلد ہی ان کو ہم بازیاب کر لیں گے۔

● خبر رساں ایجنسیوں کا کہنا ہے کہ اریٹریا کے مجاہدین نے ایک ہفتہ میں ساڑھے چار سو کیوبائی کرایے کے فوجیوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اس معرکہ میں تیس روسی فوجی بھی کام آگئے۔

● لیبیا کے سربراہ عبدالسلام جلود نے قذافی کی طرح اسلام پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا ہے، افغانستان کے مسئلہ پر انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں روس اس لئے داخل ہوا کہ وہ رجعت پسندوں سے افغانیوں کو نجات دلا سکے۔

● تل ابیب یونیورسٹی اور اسرائیل میں متعین امریکی سفارت خانے کی طرف سے مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر عرب ملکوں سے متعلق ماہرین کی اکثریت اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ سنہ ۱۹۸۰ء عرب ملکوں کے لئے اضطراب و انتشار کا سال ثابت ہوگا۔ مصری امور کے اسرائیلی ماہر پروفیسر شمعون نے کہا کہ سادات کا وجود اسرائیل کے حق میں ہے۔

شامی امور کے اسرائیلی ماہر پروفیسر ایتامار نے کہا کہ شام ان دنوں اسلامی انقلاب کی لپیٹ میں ہے جو اسرائیل کے لئے زبردست خطرات پیدا کر دے گا۔ ایک دوسرے ماہر پروفیسر رچرڈ بلٹ نے اس کی پیشینگوئی کی کہ اسلامی انقلاب اب تمام ملکوں میں آجائے گا اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔

● پاکستانی حکومت نے مصر کے مسیحی وزیر خارجہ ڈاکٹر بطرس غالی کے پاکستان میں استقبال سے معذوری ظاہر کی ہے۔

● حلب (شام) سے جو نئی رپورٹیں ملی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شامی حکومت کو انقلاب عام کا خطرہ لاحق ہے، بچہ بچہ میں جہاد کا جذبہ بیدار ہو گیا ہے اور ہر شخص دروزیوں کی ملحد حکومت کو ختم کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار ہے۔ شام کے مشہور شہر حماۃ میں حکومت نے ٹینک بھیجے تھے مگر جب اخوانیوں نے پے در پے حملے کر کے دو درجن علویوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو حکومت فوجی دستے ہٹانے پر مجبور ہو گئی۔

● قاہرہ سے نکلنے والے اخوان المسلمین کے ترجمان ماہنامہ "الدعوۃ" نے مصریوں سے اپیل کی ہے کہ وہ یہودیوں کا مکمل بائیکاٹ کریں، نہ صرف یہودی سامان کا بلکہ یہودیوں کو بھی اچھوت قرار دے کر کوئی معاملہ ان سے نہ کریں۔

الدعوۃ نے لکھا ہے کہ اگر مصری حکومت اسرائیل سے جنگ نہیں کر سکتی تو کوئی پروا نہیں ہمارے غیرت مند عوام اسرائیل کے ناپاک عزائم کو ہرگز کامیاب نہ ہونے دینگے امید ہے کہ جلد ہی کچھ دنوں میں قاہرہ میں اسرائیلی پرچم سرنگوں کر دیا جائے گا۔

● اسلامی فقہ کی اکیڈمی نے اپنی تیسری میٹنگ میں جو رابطہ عالم اسلامی کے صدر محمد الحرکان اور دار الافتاء کے صدر عبدالعزیز بن باز کی صدارت میں ہوئی تھی۔

اس نے جن مسائل پر غور کیا ان میں خاندانی منصوبہ بندی، نلکی زادوں کی شرعی حیثیت، قربانی کے گوشت کی حفاظت اور تعدد ازدواج کے مسائل پر غور کیا گیا۔ اکیڈمی نے خاندانی منصوبہ بندی کو شرعی طور پر ناجائز قرار دیا۔ اور نلکی زادوں کے مسئلہ کو علماء کے اعلیٰ اختیاری کمیٹی کے حوالے کر دیا تاکہ وہ مزید غور کر کے اس مسئلہ پر اپنی رائے دے۔ قربانی کے گوشت کی حفاظت کے سلسلہ میں ملک خالد نے حکم دیا ہے کہ بڑے بڑے کولڈ اسٹوریج قائم کئے جائیں جہاں گوشت محفوظ رکھا جائے اور بعد میں اسکو ڈبوں میں بند کر کے ان ملکوں میں مفت بھیجا جائے جہاں اسکی ضرورت ہو۔

● ریاض سے نکلنے والے ہفت روزہ الدعوۃ میں اس کے ایک قاری نے تجویز پیش کی ہے کہ حرمین شریفین کے اندر چھوٹے بچوں کو لے جانے کی وجہ سے بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، ان کے رونے اور چیخنے کی وجہ سے نمازیوں کی نمازوں اور عبادتوں میں خلل ہوتا ہے۔ والدین کو بھی طواف و دعا میں اطمینان نہیں ہوتا۔ اس لئے حکومت کو چاہیے کہ حرمین کی عمارتوں کے آس پاس دروازوں سے متصل بچوں کے مراکز قائم کرے جہاں ان بچوں کی دیکھ بھال کے لئے خواتین مقرر کی جائیں جو ان بچوں کو نہ صرف سنبھالیں بلکہ کھلونے اور قصے کہانیوں سے ان کا دل بہلائیں اس طرح بہت سی مشکلات ختم ہو جائیں گی۔

ندوہ کے شب و روز

اب دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کی تاریخیں ۲۱-۲۲-۲۳ بہت قریب آچکی تھیں، لہذا لکھنؤ سے گذرنے والے قافلوں کا ایک بڑا حصہ ندوۃ العلماء آکر یہاں ایک دن قیام کر کے یہاں کی سرگرمیوں، ادارہ کے شعبوں کو دیکھتا اور یہاں سے مستفید ہوتا ہوا دیوبند کو روانہ ہو جاتا۔ ۲۳ مارچ کو اجلاس ختم ہوا تو بہت سے قافلے جو لکھنؤ سے گذرتے ہوئے ندوۃ العلماء نہ آسکے تھے واپسی میں ندوۃ العلماء ہو کر گذرتے اور یہاں قیام کر کے آگے بڑھتے۔ غرض یہ کہ ایک عشرہ مہمانوں کی آمد سے بڑی چہل پہل رہی۔ آنے والے مہمانوں کی ضیافت کا خصوصی نظم کر دیا تھا اور جس کے ذمہ جو کام تھا انتہائی دلچسپی ولگن سے اپنا کام انجام دے رہا تھا۔

اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا تھا کہ مہمانوں کو روحانی غذا بھی ملتی رہے لہذا نماز فجر کے بعد سلیمانیہ ہال میں خصوصی وعظ کا پروگرام ہوتا۔ اس سے مہمانوں کو فائدہ ہوتا بہت سے مہمانوں کو ہمارا تعمیر حیات بہت پسند آیا اور وہ خریدار بن گئے۔ بمبئی کے معززین، ندوی فارغین اور بٹکل تک کے احباب تشریف لائے۔ پاکستان کے بھی کئی وفود آئے جن میں مفتی محمود صاحب اور ان کے رفقاء، حکیم محمد اشرف صاحب مدیر "المنبر" فیصل آباد اور ان کے رفقاء، ڈاکٹر محمد اشرف صاحب خلیفہ مولانا سید سلیمان ندویؒ اور ان کے رفقاء خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

تحفیظ القرآن کا سنگِ بنیاد

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حجاز مقدس سے واپس آکر دہلی ہی سے دیوبند تشریف لے گئے تھے۔ لکھنؤ کے لئے واپس ہوئے تو عرب مہمانوں کی ایک بڑی تعداد ساتھ تھی یا ان کی آمد کے دوسرے تیسرے دن پہونچنے والی تھی۔ مولانا مدظلہ کے ساتھ آنے والے مہمانوں میں عبداللہ بن عبداللہ زائد وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی اور شیخ محمد بن ابراہیم مسعود ڈائریکٹر بیرون ملک برائے دارالافتاء والتبلیغ اور عبدالعزیز بن ناصر باز ادارہ دارالافتاء کے آفس انچارج اور عبداللہ فوزان محمد معاون برائے وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی اور محمد نور عبدالقادر نور ولی جدہ کے سربراوردہ اور عبدالصمد محمد الکاتب استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی اور ذاکر ادریس شارجہ ہیں۔ ان مہمانوں کے استقبال میں طلبہ کی انجمن الاصلاح میں جلسہ ہوا اور مہمانوں نے مختصر تقریریں کیں، تعارفی تقریر مولانا سید محمد رابع ندوی صدر شعبۂ ادب عربی نے فرمائی آخر میں اظہار تشکر مولانا سعید الاعظمی ندوی، مدیر البعث الاسلامی نے فرمایا۔ جلسہ کی ابتدا تلاوت کلام پاک سے ہوئی اور اس کے بعد احتشام الرحمٰن، محمد ناظم، محبوب السلام اور اعجاز احمد چار کمسن بچوں نے ترانۂ ندوہ پیش کیا جس سے سماں بندھ گیا، جناب عبداللہ بن عبداللہ زائد نے چاروں بچوں کو ایک ایک بال پن دیا اور جناب ذاکر ادریس شارجہ نے پچاس پچاس روپیہ انعام دیا یہ جلسہ ۲۴ مارچ کو مغرب کے بعد ہوا تھا، اس سے قبل عصر کی نماز کے بعد جناب عبداللہ بن عبداللہ زائد وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کے ہاتھوں دارالعلوم میں مدرسہ تحفیظ القرآن اور ایک ڈسپنسری کی بنیاد رکھی گئی۔

مفتی مسقط احمد الخلیلی کی آمد

دوسرے دن صبح کو مفتی مسقط جناب احمد الخلیلی مع ایک رفیق کے تشریف لائے، گیارہ بجے دن میں کلیۃ الدعوۃ والفکر الاسلامی کے ہال میں "الدعوۃ" کے موضوع پر جناب عبداللہ بن عبداللہ زائد کا محاضرہ (لیکچر) ہوا یہ بڑا پر مغز و معنی خیز تھا۔ محاضرہ کے اختتام پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس پر زوردار تبصرہ فرمایا اور محاضرہ کو سراہا۔ اس کے بعد احمد الخلیلی صاحب نے تقریر کی ان کی تقریر سے محسوس ہوتا تھا کہ مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب کی کتابوں کا بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیا ہے اور البعث الاسلامی اور الرائد کے عاشق ہیں۔ تقریر کے دوران مولانا مدظلہ، اور مولانا محمد الحسنی مرحوم کی تحریروں کے صفحے سنا جاتے تھے۔

ڈاکٹر عبدالمنعم النمر کی سربراہی میں مصری وفد کی آمد

۲۵ کی شام کو سعودی وفد دہلی کے لئے روانہ ہوا اور ۲۶ کی صبح دس نفر پر مشتمل مصری وفد پہونچا جس کے اہم رکن وزیر اوقاف جناب عبدالمنعم النمر اور عالم اسلام کے مشہور قاری جناب عبدالباسط عبدالصمد تھے۔ یہ وفد مولانا آزاد اکاڈمی لکھنؤ کی دعوت پر آیا تھا جسے مولانا آزاد کی یاد میں منائے جانے والے جلسہ میں شرکت کرنی تھی، مصری عالم جناب عبدالمنعم النمر نے مولانا آزاد پر ڈاکٹریٹ کیا تھا اس لحاظ سے مولانا آزاد کی یاد میں ہونے والے جلسہ میں ان کی شرکت بڑی اہمیت کی حامل تھی۔

دوسرے دن دارالعلوم ندوۃ العلماء کے جمالیہ ہال میں اس موقر وفد کو استقبالیہ دیا گیا۔ جلسہ کا آغاز جناب عبدالباسط صاحب کی تلاوت کلام پاک و ترانۂ ندوہ سے ہوا تعارفی تقریر مولانا سید محمد رابع ندوی نے کی، اس کے بعد جناب عبدالمنعم النمر صاحب نے تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم اور فکر کو بہت سراہا اور فرمایا کہ،

"موجودہ زمانہ میں نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں تبدیلی ضروری ہے، اس کے بغیر عصری تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا"۔

بعد میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے تقریر کی یہ اپنے انداز کی حیرت انگیز تقریر تھی۔ مولانا نے مہمان موقر کا احترام برقرار رکھتے ہوئے مصر کو وہی پیغام دیا جو اسکو اس وقت پہنچانا چاہیے تھا۔ تقریر ایسی تھی کہ نمر صاحب نے جواب میں تقریر کرنے کی ضرورت سمجھی اور یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ مصر اسلامی خدمات کے سلسلہ میں پیش پیش ہوگا۔ اس وفد نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کو دیکھا اور ندوۃ العلماء کی خدمات کو سراہا۔

۲۸ مارچ کو نماز جمعہ جناب ڈاکٹر عبدالمنعم النمر صاحب نے پڑھائی۔ اذان و نماز سے قبل ۱۲ بجے سے قاری عبدالباسط صاحب کی قرأت کا اعلان تھا۔ اس لئے کافی ہجوم ہو گیا۔ مسجد کے صدر دروازے کے باہر بھی خیمہ لگانا پڑا۔ عید کا سا منظر معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ قدیم ندوی جو بیرون ہند سے اجلاس دیوبند میں شرکت کے لئے آئے تھے وہ اجلاس سے قبل اور بعد اپنے پروگرام کے مطابق یہاں تشریف لائے اور یہاں کی دلچسپیوں میں شریک رہے۔

بقیہ صفحہ ۶

گیا، کہ عنصر عنصر، ہم آغوشی کی لذت قیامت تک پا تا رہے، جسم کو اتارتے گئے، اور مکین و مکان دونوں کے خالق کا نام لیتے گئے، اور آخر آخر گواہی دیتے گئے "کہ یہ سرکار کا باغی نہیں۔ وفاداروں میں، اطاعت کیشوں میں تھا (بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ)۔ دروازہ بند کیا، اوپر سے مٹی ڈالتے گئے اور خوش خبری کا سرکاری پروانہ سناتے گئے۔ (منہا خلقناکم) اسی سے تو ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ تمہارا گوشت پوست اسی سے تو بنایا تھا، یہ مٹی تو تمہارے لئے مانوس ہے، مرغوب ہے محبوب ہے، اس سے وحشت کیسی؟ دہشت کیسی؟ (وفیہا نعیدکم) اب اسی کی طرف تم کو پھر لوٹا رہے ہیں، قطرہ کو دریا سے ملا رہے ہیں، (ومنہا نخرجکم) تارۂ اُخریٰ۔ اور یہ نہ اندیشہ کرنا کہ وجود شخصی کی لذت ہمیشہ کے لئے آج ختم ہو رہی ہے ابھی تو وجود دائمی کی نعمت سے سرفرازی ملنے والی ہے اور وہ اسی سے نکل کر ملے گی۔

شادی اور موت کے ساتھ ولادت کے منظر کو بھی یاد کرتے چلئے۔ بچہ نے ادھر دنیا میں قدم رکھا اُدھر جسمانی پاکی کے بعد اس عالم ناسوت کی سب سے پہلی صدا جو قصد و اہتمام کے ساتھ اس کے کان میں پہونچائی جاتی ہے، وہ کون سی ہوتی ہے، وہی اللہ کی بڑائی کی، اللہ کی توحید کی، رسول کی رسالت کی، وہی حرف کتاب زندگی کی۔ بائے بسم اللہ بھی اور تائے تمت بھی، اور وہی ایک نقش رفیق نظر رہے اس کتاب کے ہر باب میں، ہر فصل میں، ہر صفحہ میں، ہر سطر میں ---!!

ایک ارب مسلمانوں کے اتحاد کے بغیر دنیا میں نیا نظام نہیں آسکتا

[illegible]

اسلامی ملکوں سے ببرک کارمل کا شکوہ

[illegible]

سعودی عرب مجاہدین کی مدد کر رہا ہے، کابل

[illegible]

تمام آزادی پسند افغانستان پر روسی حملے کی مزاحمت کریں

موتمر عالم اسلامی کی کانفرنس کا اعلانیہ

[illegible]

"صورت حال زیادہ پیچیدہ ہوگئی"

[illegible]

افغانستان پر روسی حملے سے عالم اسلام کے بارے میں مغربی ذرائع ابلاغ کے رویہ میں تبدیلی

مغربی ممالک کے اخبارات ریڈیو اور ٹی وی اسلام کے بارے میں خبروں کو زیادہ جگہ اور وقت دے رہے ہیں

[illegible]

امداد کے نام پر کسی ملک کو پاکستان کے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے اعلان کیا ہے کہ بین الاقوامی تعلقات کے معاملے میں حکومت صرف ایسی حکمت عملی اختیار کرے گی جو ملک اور قوم کے بہترین مفاد میں ہوگی۔ صدر نے کہا کہ سیاست کی طرح بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں بھی کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی۔ ہم نے روس کے ساتھ بات چیت کے سلسلے میں اپنے دروازے کھلے رکھے ہیں۔ ... [illegible] ... مشکور ہوں گے۔ مگر ہم اہانت کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ امداد کے نام پر کوئی ملک ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔

روس افغانستان میں مہلک گیس استعمال کر رہا ہے

انسانی حقوق کے بین الاقوامی ادارے کا انکشاف

روس افغانستان میں مسلمان آبادیوں پر نہ صرف نیپام بم پھینک رہا ہے بلکہ مختلف قسم کی مہلک گیس بھی استعمال کر رہا ہے اس کی تصدیق انسانی حقوق کی بین الاقوامی فیڈریشن کے نمائندے نے آج افغانستان سے واپسی پر کی ہے ... [illegible] ... طور پر استعمال کی جا رہی ہیں۔

امریکی میزائلوں کے ۱۹ اڈے سعودی عرب اپنی سرحد کے ساتھ قائم کرے گا

[illegible]

مصریوں کیلئے اسرائیلی مرغیاں

[illegible]

امریکہ مصر کو ۵۵۰ بکتر بند گاڑیاں دے گا

[illegible]

اسلامک شپنگ لائن کے قیام کا جائزہ لیا جائیگا

[illegible]

روسی فوجیں افغانستان میں قتل عام کر رہی ہیں

حزب اسلامی اور اسلامی ... [illegible]

دار العلوم ندوۃ العلماء — خدمات و ضروریات

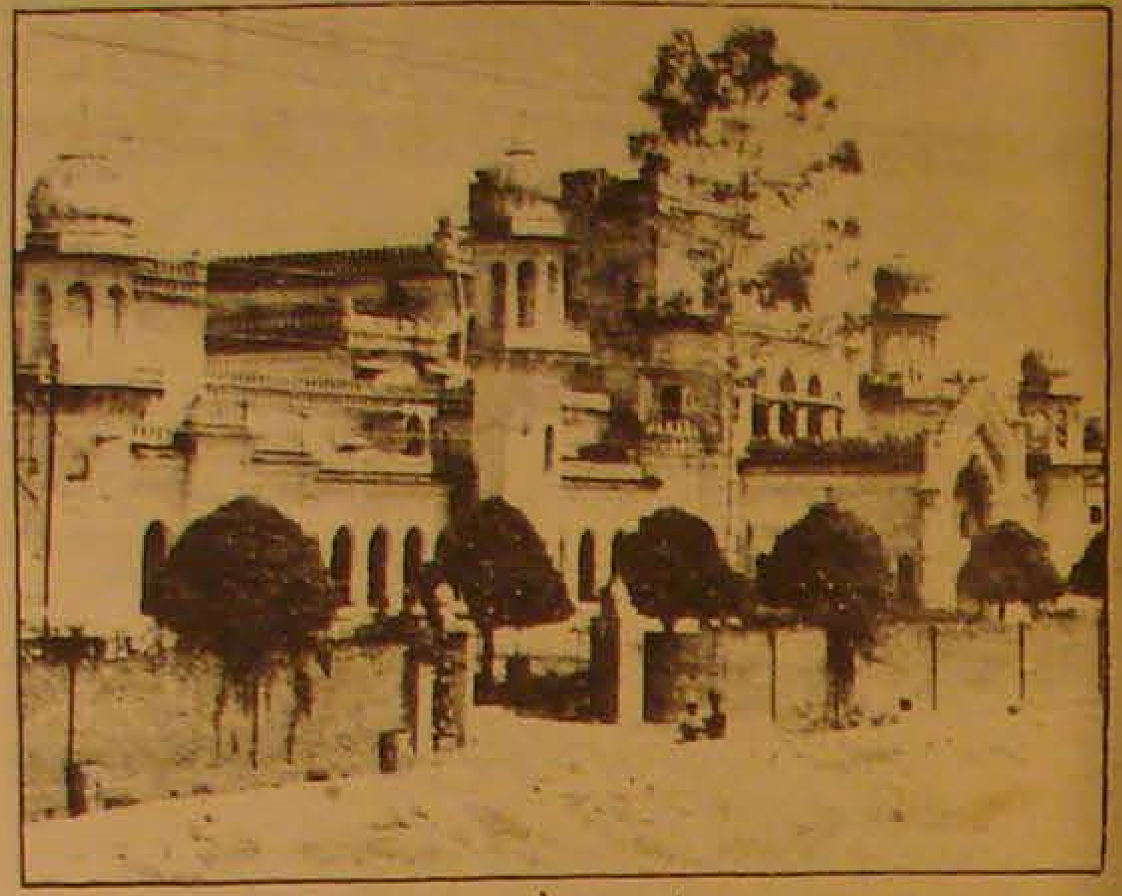

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

دار العلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے۔ اس کے قیام کو ۹۰ برس ہو گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گرانقدر علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔ تصنیف و تالیف، درس و تدریس، پند و مواعظ غرض ہر شعبہ میں اسکے فرزندوں اور سرپرستوں نے قابل قدر کام کیے ہیں۔ خوش قسمتی سے تقریباً بائیس برس سے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ کی اس کو توجہ اور سرپرستی حاصل ہے جنکے دور نظامت میں اسکی شہرت دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے اور بجا طور پر آج وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے نیز اس نے ایک بین الاقوامی دینی درسگاہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ندوہ کو دینی روح اور دعوتی جذبہ سے بھی نوازا ہے، سالہا سال سے اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے فروغ کے لئے اسکے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان بڑی سرگرمی سے کوشاں ہیں، تبلیغ و دعوت کی جانب خاص طور سے متوجہ ہیں (طلبہ اپنے تعلیمی مشاغل اور علمی و ثقافتی سرگرمیوں کیساتھ ساتھ جو ندوۃ العلماء کا ہمیشہ سے طرۂ امتیاز رہا ہے، دینی زندگی میں بھی ممتاز ہیں) جناب ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی فکری رہنمائی اور عملی نگرانی میں وہ علم دین کے مراحل بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے طے کر رہے ہیں۔ ان علمی و روحانی مشاغل میں انہماک کے ساتھ طلبہ کی صحت و ورزش، خورد و نوش وغیرہ کی جانب بھی خصوصی توجہ کی جا رہی ہے۔

اسوقت دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ترینیداد، یوگنڈا اور دوسرے ممالک کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں مختلف ملکوں سے برابر داخلے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں۔ اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اندرون و بیرون ملک کے مسلمانوں کی توجہ اسکی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی خواہش روز افزوں ہے۔ ان اسباب کی بناء پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے مزید نئی اقامت گاہوں کی بیحد ضرورت ہے اسکے علاوہ دار العلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دفاتر، لائبریری وغیرہ کے لئے علیحدہ مستقل عمارتیں درکار ہیں۔ انہی ضروریات کو سامنے رکھکر مدرسہ ثانویہ کی نئی عمارت (جس کا نام اب معہد دار العلوم ہے) کی تکمیل تیزی کے ساتھ ہو رہی ہے اسکا تعمیری کام اختتام کے قریب ہے۔ اسی کے ساتھ اللہ کا نام لیکر طلبہ کی نئی اقامتگاہ "رواق اطہر" کا سنگ بنیاد ۱۰ مئی ۱۹۷۸ء کو رکھا گیا تھا جس کا ایک گوشہ تیار ہو گیا زیر استعمال ہے اور دوسرا گوشہ زیر تعمیر ہے۔

"معہد دار العلوم" میں جس کو ایک معیاری مدرسہ ثانویہ بنایا جا رہا ہے باوجود وسعت کے گنجائش ختم ہو چکی ہے اور امسال کثیر تعداد میں طلبہ کو واپس کیا گیا ہے، اسی طرح دار العلوم میں بھی بہت سے داخلے محض انہی مجبوریوں کی بناء پر نہیں کیے جا سکے۔ یہ صورت حال ذمہ داران دار العلوم کے لئے باعث فکر ہے اور محض جگہ کی تنگی کی وجہ سے شائقین علم دین کو واپس کرنا نیز مقیم طلبہ کی بڑھتی ہوئی دشواریاں و ضرورتیں انکی فکر و بے چینی میں مزید اضافہ کا باعث ہیں، علاوہ ازیں عمارتوں اور ضروری تعلیمی سامان کی کمی کی وجہ سے بہت سے مفید علمی و دینی منصوبے پوری توجہ اور یکسوئی کے محتاج رہتے ہیں۔ ہماری خواہش اور درخواست ہے کہ آپ میں سے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں اور سہولت ہو وہ اپنی تشریف آوری سے حسب موقع ہمیں سرفراز فرمائیں خود آکر ان نونہالان چمن کو دیکھیں، انکی ضروریات کو سمجھیں فی الوقت جو کام شروع کیے جا چکے ہیں یا مستقبل قریب میں فوری توجہ کے مستحق ہیں انکی تفصیل درج ذیل ہے۔

رواقِ اطہر

طلبہ کی اس سہ منزلہ عمارت کا مغربی حصہ جو تیس کمروں پر مشتمل ہے مکمل ہو گیا ہے اور اس میں طلبہ رہنے لگے ہیں اس کا مشرقی حصہ تکمیل کے آخری مرحلہ میں ہے۔ اس عمارت میں دو بڑے ہال بھی ہیں جو طلبہ اور دار الاقامہ کی علمی و ثقافتی ضروریات میں کام آسکیں گے مکمل ہو گئے ہیں اس میں مجموعی طور پر دو سو چالیس طلبہ قیام کر سکیں گے۔

معہد دار العلوم

معہد دار العلوم (یا مدرسہ ثانویہ) یہ عمارت فی الوقت دو منزلہ ہے اکیس کمرے اور دو ہال ہیں۔ اس عمارت کے دونوں ہال فی الوقت چھوٹے بچوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں (اس عمارت کے دونوں بازوؤں کو سائیکل اسٹینڈ اور وضو خانہ کا خوبصورت شیڈ ملاتا ہے، چھوٹے بچوں کی نماز باجماعت ایک ہال میں ہوتی ہے، اس عمارت کی تیسری منزل بھی زیر تعمیر ہے۔